بوسٹن کا سفر

(ایک ناول)

مُصنّف: میری ایلن چیز

ترجمہ: محمود ہاشمی

تاج پبلشرز دہلی

قیمت :-   دس روپے پچاس پیسے

فہرست

تحسین و سپاس کے ساتھ!۔
کنیکٹی کٹ کی وادی میں رہنے والے
اپنے بہت سے پولستانی دوستوں کے
نام۔

میری ایلن چیز

درخشاں علاقہ

دریائے کنیکٹی کٹ کی وسیع و عریض وادی دنیا بھر کے درخشاں ترین علاقوں میں سے ایک ہے۔ یہ علاقہ فلورینس، فیز ول، یا اٹلی پر چمکنے والے حرارت خیز سورج کی روشنی سے نہاتے ہوئے امبریا کے سرمئی رنگ کے پہاڑی قصبوں کی طرح تابناک ہے، اور بحیرہ روم سے اضافی روشنی حاصل کرنے والے پروینس سے بھی زیادہ جگمگاتا ہوا علاقہ ہے۔ اس کی تابناکی ہیجور کا منار کا، اور ابیزا کے اسپینی جزیروں کی جھجھاہٹ کی ہم سری کرتی ہے۔ مغربی میساچوسٹس میں اس وسیع وادی کا حسن اپنے نقطۂ عروج کو پہونچ جاتا ہے، کیونکہ اس علاقے میں پہونچ کر جہاں سمندر کی جانب بڑھتے ہوئے دریا کی چوڑائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ وہیں زمینی علاقہ بھی دھوپ میں جگمگاتے ہوئے تمباکو، ایسپیرگس[1] اور پیاز کے وسیع کھیتوں کے لئے جگہ فراہم کرنے کے لئے وسیع ہو جاتا ہے۔

وہ لوگ جو مغربی میساچوسٹس میں، ایمہرسٹ، نورتھمپٹن، ہیڈلے گرین فیلڈ، سنڈرلینڈ، نارتھ فیلڈ یا ڈیرفیلڈ جیسے پرانے قصبوں میں یا ان کھیتوں میں آباد ہیں، جو ان قصبوں کی راہوں سے سرگوشیاں کرتے ہیں۔

---

[1] ایک مزیدار ترکاری - ۱۲

ان لوگوں کو ہمیشہ اور ہر موسم میں اس متحیرکن تابناکی کا احساس رہتا ہے، جو خواہ گرمیوں کے طویل اور حرارت خیز موسم میں چمکنے والے سورج کے باعث وجود میں آتی ہو، یا موسم خزاں کے رنگوں کی حیرت انگیز آب و تاب کے باعث، یا سورج کی برف تک پہنچنے والی ان کرنوں کے باعث جو آہستہ خرام، لرزہ بر اندام اور ٹھہرے ہوئے جاڑوں کی نشان دہی کرتی ہیں۔ غالباً اس تابناکی سے ان کی آگاہی، حقیقت میں تاریکی کو زائل کرنے میں ان کی کسی حد تک معاون ہوتی ہے، یا کم از کم ستر برس کے طویل اور نا قابل فہم اندھیرے کو روشنی سے ہم کنار کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

بارشیں تو یہاں کبھی ویسی ہی ہوتی ہیں جیسی دنیا کے کسی دوسرے خطے میں ہوتی ہیں۔ تاہم یہاں کی بارشوں کی خاصیت یہ ہے کہ بیشتر بارشیں رات کو برستی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ برساتیں کبھی، جو دن میں برستی ہیں۔ ان کا بیشتر حصہ شدت کے بجائے سبک اندازی کا حامل ہوتا ہے۔ پانی کی بوندیں اور دھاریں ہوا میں چھپاتی ہوئی گرتی ہیں، اور خشک گھاس کو سیراب کرتی ہیں، سڑکوں اور پٹریوں پر بنے ہوئے گڑھوں پر دمکتے ہوئے گرتی رہتی ہیں۔ اگر اتفاقاً کوئی دن تاریک ہو تو تقریباً ہمیشہ اس کے کچھ لمحات روشن کبھی ہوتے ہیں۔ اور عام طور پر ایسا دن پوری طرح جگمگاتے ہوئے سورج کے غروب کے ساتھ ہی تمام ہوتا ہے۔ کینیکٹی کٹ کی وادی میں صبحیں کبھی درخشاں ہوتی ہیں۔ یہاں جھٹ پٹے کی جھلملاتی ہوئی مدھم روشنی کبھی خاصی تابناک ہوتی ہے۔

سورج کی نسبت کچھ کم قدر و قیمت رکھنے والے نیچر کے تحائف میں خزاں کے آب دار درخت اور سردیوں کی برف شامل ہے، جو اس

وادی کی بے مثال رعنائی کو بڑھانے میں حصہ لیتی ہے۔ موسم بہار اور موسم گرما کے کھیت، جو دریا سے شمال اور مغرب کی جانب پھیلے ہوئے ہیں۔ جب تک ان کی جوتائی اور تخم ریزی کا کام نہیں ہوتا، اس وقت تک اکثر و بیشتر وہ بیمانہ نما پھولوں یا سرسوں سے جگمگاتے ہیں۔ سڑکوں کے بھرے پڑے کنارے لوزس[1] ٹرائف، سینٹ جانس ورٹ اور کچھ کچھ سیلنڈ رین[2] کے زرد پھولوں سے دمک اٹھتے ہیں۔ حقیقت میں زرد رنگ ہی ان خطوں پر غالب ہے۔ ایسا تمازت خیز، بھرپور زرد رنگ، جو روشنی سے آراستہ ہے۔

(۲)

اس وادی کے لوگ اپنے علاقے کی تابناکی کو بڑھانے میں خود بھی حصہ لیتے ہیں۔ موسم گرما کے دوران میں وہ اپنے باغیچوں میں مخملی گیندے کے پودے لگاتے ہیں، اور خزاں کے موسم میں یہی باغیچے گل داؤدی، کی کیاریوں سے دمک اٹھتے ہیں، جن میں زیادہ تر زرد رنگ کے مختلف شیڈ کے پھول ہوتے ہیں۔ تمباکو کے کچھ کاشتکار روشنی اور آب وتاب کے ان مناظر میں اپنے جال سے ڈھکے ہوئے کھیتوں کے ذریعہ بے پایاں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ کھیت دور سے دیکھنے میں شفاف پانی کی چمکتی ہوئی جھیلوں جیسے لگتے ہیں۔ تمباکو کے سرخ یا خاکی رنگ کے لمبے لمبے کھتے بھی، جن کے جھلملی ٹٹی سے ڈھکے ہوئے کنارے ہوا کے ان جھونکوں کے لئے وا رہتے ہیں، جن سے کھتے کے خشک پتے لرزاں رہتے ہیں، شاید ان

---

[1] ایک بوٹی کا نام ہے۔ [2] ایک قسم کا زرد پھول ہے۔

کھیتوں کی خوبصورتی، یکسانیت اور ان کی اس کشادہ جگہ کے باعث جس پر دھوپ کے وسیع و عریض پیوند سستاتے نظر آتے ہیں) اس تمام تر رچی بسی اور پورے منظر پر دمکتی ہوئی تابناکی کا ہی ایک حصہ معلوم ہوتے ہیں ۔ ان کھیتوں کی لمبائی اور ان کے خط و خال سے جو دانائی مترشح ہوتی ہے، اسے دیکھ کر کوئی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس انداز سے طویل و عریض کھیتوں میں ایستادہ یہ کھتے جاذب نظر معلوم ہوتے ہیں، اور جس طرح ان کے کناروں پر کھلے ہوئے عمودی اور لمبے شگافوں میں سے تمازت خیز دھوپ ان کے اندر داخل ہوتی ہے ، اور ان کے لکڑی کے بنے ہوئے کواڑوں پر دمکتی ہے، اس پر بے اختیار داد دینی پڑتی ہے ۔

یہاں کے لوگ دیگر ذرائع سے بھی اس بے مثال تابناکی کو سنوارتے ہیں ۔ محض یہ حقیقت کہ یہاں کے بیشتر باشندے پولستانی ہیں، اس کا ثبوت ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پولستانی باشندوں کی فطرت میں غیر معمولی قوت موجود ہے ۔ ایک قسم کی توانائی اور مستعدی، جس نے انہیں اپنے اختیار کیے ہوئے وطن کا سرگرم شہری بنا دیا ہے ۔ یہ لوگ عام بہبودی کے کاموں میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہمیشہ بے قرار رہتے ہیں ۔ بے حسی غیر ذمہ داری یا بے اعتنائی جیسی صفات پولستانی عوام کے ذہن اور ان کی شخصیت سے بڑی حد تک دور ہو چکی ہیں ۔ پولستانی امریکی خود اپنے لئے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے امنگوں سے بھرپور رہیں ۔ اپنے مشاغل میں تجرباتی اور مہم جو ہیں ۔ فراخ دل، پرجوش، سخت جان اور مستعد ہیں ۔

پولستانی خواتین، جب موسم بہار میں تمباکو کے گہرے سبز رنگ کے پودے لگانے کے لئے، یا آتی گرمیوں میں پیاز کے نوک دار کھوے

کاٹنے کے لئے بھورے رنگ کی زمین پر جھکتی ہیں، اس وقت ان کے سروں پر مختلف رنگوں کے رومال بندھے ہوتے ہیں۔ یہ عورتیں گھٹنوں کے بل ایک خاص انداز سے دھیرے دھیرے سرکتی ہیں۔ کھڑے ہونا یا چلنا پھرنا تو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ کام کرتے وقت ان کے چمکتے ہوئے سر زمین کو اسی طرح رخشندگی بخشتے ہیں، جیسے ان کی ماؤں اور دادیوں کے سر اپنے وطن کے کھیتوں کی رونق کو دوبالا کرتے تھے۔

اپنی عورتوں کے ساتھ کام کرنے والے مرد بھی (اپنے جال سے ڈھکے ہوئے تمباکو کے علاقوں) اس علاقے کی تابانی کو بڑھاتے ہیں۔ بیشتر کسان دوسری چیزوں کے ساتھ، پیٹھے اور کدو کی فصل بھی لگاتے ہیں، تاکہ خزاں کے شروع میں ان کے کھیت ان موٹی موٹی گھریلو ترکاریوں کے زرد اور نارنجی رنگ سے دمک اٹھیں۔ وہ کھیتوں کی باڑ۔ کھلے میدان اور سڑک کے کنارے ترکاریوں کے سائبان پر ان کا انبار لگا دیتے ہیں۔ ستمبر اور اکتوبر میں سبز گھاس پر، یا کھیتوں کی باڑ کے مقابل، چمکتے ہوئے درختوں کے نیچے یا کھیتوں سے ملحقہ مکانوں کے سامنے پیٹھے اور کدوں کے ناہموار اور بے ہنگم ٹھیلے بنے رہتے ہیں۔ اس عرصہ میں پیدل یا سواری کے ذریعہ اس وادی سے گزرتے ہوئے، ان ٹیلوں کو دیکھ کر کوئی شخص اپنی ہنسی نہیں روک سکتا۔

(۳)

یہ کہانی دراصل سبز اور زرد کدوں سے بھرے ہوئے ایک ٹرک سے متعلق ہے۔ ان کدوں کے باعث ہنر نووسکی اور مالیک وسکی نام کے

دو پولستانی کسانوں نے دہنی وسعت حاصل کی تھی، اور یہ ان کی دوستی کو مستحکم بنانے میں معاون ثابت ہوئے تھے۔ ممکن ہے یہ کہانی بہت دلچسپ اور خوشگوار نہ ہو۔ لیکن اپنے بنیادی اور مرکزی خیال کے اعتبار سے یہ مکمل طور پر ایک سچی داستان ہے۔ اصل واقعات چند سال پہلے ظہور میں آئے تھے۔ اس کہانی کے ماحول پر جو ظلمت سایہ فگن معلوم ہوتی ہے، وہ اس درخشاں وادی کا انتہائی تاریک تضاد ہے، جس میں یہ لوگ برسوں سے رہتے آئے تھے، اور جہاں یہ برسوں سے جد و جہد میں مصروف تھے۔

ترنودسکی کے نام کا پہلا جزو، جان تھا۔ یہ ایک عام پولستانی نام ہے۔ مالیک، وسکی کا نام اسٹینسلا تھا۔ جو ایک زمانے سے پولستانیوں کا پسندیدہ نام ہے۔ بولستانی زبان میں نام کا آخری جزو "سکی"، جرمن "ون" اور فرانسیسی کے "ڈی" کی سی خاصیت رکھتا ہے۔ چنانچہ جان ترنودسکی کا مطلب ہے۔ جان۔ یا جون۔ ترنو خاندانی نام ہے، جو کسی ایسے دیہات یا قصبے کی نشان دہی کرتا ہے، جس میں کبھی بہت پہلے اس کے اسلاف رہتے تھے۔ اسٹینسلا مالیک وسکی محض اسٹینلے مالیک ہے۔

جان اور اسٹینسلے، دونوں امریکہ کے مایۂ ناز شہری بن گئے تھے ان کے بچے خود کو پولستانی کی جگہ امریکی تصور کرتے تھے، اور اپنے خاندانی ناموں کی امریکی ہیئت کو پسند کرتے تھے۔ جان اور اسٹینسلے دونوں نے کنیکٹی کٹ کی وادی سے پیار کرنا سیکھ لیا تھا۔ تقریباً پچاس یا سو برس قبل، پولستانی تارکین وطن کا پہلا قافلہ، پوزنان، کریکو، لوتز اور وارسا سے دور، یہاں اپنی قسمت آزمانے آیا تھا۔ اس کے

بعد سے اس وادی کے زراعتی علاقوں میں پولستانیوں کی بہت وسیع آبادی ہو گئی تھی۔

دوسرے تمام پولستانی باشندوں کی طرح جان اور اسٹینسلے بھی اپنے سابق ملک کی بے حد عزت کرتے تھے۔ تاہم ان ہزاروں پولستانیوں کی طرح جو ان سے پہلے یہاں آئے تھے، انھوں نے بھی خود کو اس نئے ملک کے ماحول میں ڈھالنا سیکھ لیا تھا۔ شکاگو، پٹسبرگ اور ڈیٹرائٹ کی پولستانی صنعتی بستیوں میں رہنے والے اپنے ہم وطنوں کے برخلاف۔ انھوں نے بھی بہت سے دیگر پولستانیوں کی طرح ابھی تک خود کو زمین سے وابستہ رکھا تھا، اور زمین سے روزی حاصل کرنے پر خود کو خوش قسمت تصور کرتے تھے۔ وطن کی ناکارہ ہو جانے والی زمینوں سے انھیں بصد مشقت جو روزی حاصل ہوتی تھی، اس کے مقابلے میں یہاں کی زمینوں سے حاصل ہونے والی روزی کو وہ زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے اپنی ابتدائی عمر میں وارسا کے قریب، پولستانی دیہاتوں میں رہتے ہوئے، وہ امریکہ میں اپنا مستقبل بنانے کے خواب دیکھا کرتے تھے۔

دونوں تقریباً ایک دوسرے کے ہم عمر تھے۔ جان تو تقریباً ساٹھ برس کا تھا، اور اسٹینسلے مالیک اس سے چند ماہ چھوٹا تھا۔ دونوں کی اولاد، اور اس اولاد کی اولاد اتنی تھی کہ وہ انہیں بمشکل یاد رکھ سکتے تھے۔ یوم الاسم[1]، سالگرہ یا رسموں کے موقع پر جب انہیں شمار کرنا ضروری ہو جاتا، تبھی انہیں ان کی صحیح تعداد یاد آتی تھی۔

---

[1] اس بزرگ کی یاد کا دن، جس کے نام پر کسی کا نام رکھا گیا ہو۔

باورچی خانہ

یہ یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء کو منگل کے روز کا واقعہ ہے۔ اس روز صبح سویرے استاشیہ ترنوسکی اور ہیلن مالیکسکی، دونوں مل کر استاشیہ کے باورچی خانے میں کام کر رہی تھیں۔ ان کے کھیت اور مکان پاس، پاس تھے۔ جب کبھی ان کے شوہر اپنی کاشت کا مال لے کر بوسٹن چلے جاتے، تو یہ دونوں مل کر کسی ایک کے یہاں باورچی خانے کے کاموں میں، یا روزانہ کی اکتا دینے والی مصروفیات کے باعث التوا میں پڑے ہوئے چھوٹے موٹے کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹایا کرتی تھیں۔ مثلاً لکڑی کے مکان کی دھلائی، نعمت خانہ اور برتنوں کی الماریوں کی صفائی یا دیگر متفرق کام، باہم مل کر کیا کرتی تھیں۔

اکتوبر کی اس پہلی صبح کو استاشیہ اور ہیلن صبح سویرے ہی بیدار ہو گئی تھیں تاکہ ان کے مرد مناسب وقت پر بوسٹن کیلئے روانہ ہو سکیں۔ جان اور اسٹینسلا، نئی نئی بنی ہوئی سڑک اور شروع جاڑوں کے خوشگوار موسم کی وجہ سے، بڑے آرام سے دوپہر سے قبل بوسٹن پہنچ سکتے تھے۔ اس بہتر اور مناسب وقت کی روانگی کی وجہ سے جان کے ٹرک میں ایک بے آرام اور شاید تکلیف دہ رات بسر کرنے کے بعد، انہیں فینوئل ہال مارکیٹ میں بہترین جگہ مل جانے کا یقین تھا، جہاں وہ بدھ کی صبح کو اپنے کدو فروخت کر سکتے تھے۔ منگل کی سہ پہر، وہ بوسٹن کی تفریح میں یا کپھر ٹرمونٹ یا واشنگٹن اسٹریٹ کے کسی سینما گھر میں فلم دیکھنے میں بسر کرتے۔

"دونوں موج اڑا رہے ہوں گے۔" استاشیہ نے ہیلن سے

کہا۔ ”یقین کرو ہیلن، دونوں مرد عیش کر رہے ہوں گے۔“

”ہاں،“ ہیلن نے کہا۔

اس نے استاشیہ سے تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا، لیکن وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ اس کا اسٹینسلا واقعی بہت محظوظ ہو رہا ہوگا۔ زندگی سے محظوظ ہونے کے اسی ذوق کے باعث، اس نے پینتیس برس پہلے اسٹینسلا کا دامن تھامنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسٹینسلا میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ انتہائی معمولی واقعات کو، کسی نہ کسی طرح غیر معمولی اہمیت کا حامل بنا دیتا تھا، اور انتہائی معمولی چیزوں کو سرگرمی اور ہیجان سے ہم کنار کر دیتا تھا۔ انتہائی مہمل معاملات کو غیر معمولی بنا دینا، اس کی عادت میں شامل تھا۔ اگر وہ دودھ کی کسی خالی بوتل میں اسپرگس کی ہلکی پھلکی پتیاں ہی بھر دیتا، تو ہیلن کا باورچی خانہ، اچانک ایک عظیم الشان اور انوکھے باغیچے کی صورت اختیار کر لیتا۔ اگر وہ شام کے ناشتے کے بعد اپنے بدبودار پرانے پائپ کو منہ میں لگا کر مکان کی پشت والے دروازے کے سامنے چوکی پر بیٹھ جاتا، تو ان کے کھیتوں کے پار ڈوبتے سورج کی کرنیں، ایک انوکھی آب و تاب کے ساتھ چمکنے لگتیں۔ اگر کبھی ہیلن کی پکائی ہوئی عمدہ قسم کی بولستانی روٹی کے ٹکڑے سے پلیٹ میں بچے ہوئے آلو اور پیاز کے آخری قتلے صاف کرنے کے بعد وہ صرف اتنا کہہ دیتا کہ ”ہیلن، ناشتہ بڑے مزے کا ہے“، تو ہیلن اپنے اندر ایک نئی زندگی کروٹیں لیتی ہوئی محسوس کرنے لگتی۔ اسے تمام دن کی پریشانیاں اور تکلیفیں ختم ہوتی معلوم ہوتیں۔

ہیلن نے استاشیہ کی بات کے جواب میں صرف "ہاں" ہی کہا تھا۔ تاہم یہ ناگزیر اور تہی مایہ یک رکنی لفظ، ہیلن کے ذہن میں ایک ایسی تیز برقی روشنی کی طرح آیا تھا، جو یکے بعد دیگرے ان تمام عوامل کو منکشف کر رہی تھی، جن کے باعث اس نئے ملک میں اس کی زندگی آسودہ اور بہتر بن گئی تھی۔

۳

استاشیہ کے ہمراہ ایلومونیم کے برتنوں کو مانجھ کر چمکاتے ہوئے اس نے اب اس آسودگی اور بہتری کے متعلق سوچنا شروع کر دیا، جو بیک وقت جسمانی بھی تھی اور جذباتی بھی۔ اس نے ان کی تمام جزئیات پر تو غور نہیں کیا، لیکن فلاح و بہبودی کے مجموعی احساس کے ساتھ ان کے متعلق سوچا۔ آئندہ ہفتے یا پندرہ دن بعد جب ان کے سرد باقی ماندہ کنڈ وے کر بوسٹن جائیں گے تو ہیلن کے باورچی خانے اور بیٹھک کے کاموں کا نمبر آئے گا۔ اس نے سوچا کہ اس کے تانبے کے برتن بھی، دو دنوں کی منجھائی سے اسی طرح چمکنے لگیں گے۔ ہیلن کو اپنے باورچی خانے کی چیزوں میں سب سے زیادہ تانبے کی تلی والی کڑاہیاں اور کڑچھے پسند تھے۔ یہ چیزیں ایک چمکتی ہوئی قطار کی صورت میں ان کنڈوں میں لٹکی رہتی تھیں، جنہیں اسٹینسلا نے برتنوں کی الماری کی سطح پر بڑی خوبصورتی سے گاڑا تھا۔

"تانبے کے برتن بہت مہنگے پڑتے ہیں۔" استاشیہ نے کئی بار غیر معمولی ناپسندیدگی کے لہجے میں یہ بات کہی تھی۔ "ایک زمانے تک

ٹین کے معمولی برتن استعمال کرنے کے بعد، اب مجھے اور جان کو ایلومونیم کے برتن بہت ہی اچھے لگتے ہیں۔ ہماری تانبے کی تلی والے برتن خریدنے کی حیثیت نہیں ہے۔"

"کس کی کیا حیثیت ہے؟"، ہیلن نے خود اپنے آپ سے سوال کیا۔ اس نے اپنے برتنوں اور ان الفاظ کے متعلق بھی سوچا جو استاشیہ دوبارہ کہنے والی تھی۔ اس نے اس پہ بھی غور کیا کہ آخر "حیثیت" کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب، سخت محنت سے کمائی ہوئی رقم کو غیر ضروری چیزوں پر بے دریغ خرچ کرنا ہوتا ہے؟ یا اس کے معنی، ان نئی مسرتوں کی تسخیر سے بھی تعلق رکھتے ہیں، جو اپنے مرتبے سے کسی قدر بلند شے کی ملکیت کے احساس سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی چیزیں، جو پڑوسیوں کی املاک اور ان کی خواہشات سے کسی حد تک زیادہ مرتبہ رکھتی ہیں۔؟

اسٹینسلا نے محض شوقیہ تانبے کے پیندے والی پکانے کی قابیں، دو چھوٹے بڑے دائرے والے تانبے کی تلی کے جوڑے کر چھے، مختلف سائز کی چار کڑھائیاں، ایک خاصی انوکھی کیتلی، (جس کا تانبے کا پیندا شعلے کے حلقے کی طرح اوپر کو مڑا ہوا تھا) جیسی چیزیں خرید لی تھیں۔

"اوہ، تمہیں یہ چیزیں نہیں خریدنی چاہیے تھیں اسٹین!" اس نے چلاّ کر کہا تھا، حالانکہ ان چیزوں کو دیکھ کر اس کی آنکھیں مسرت اور فخر کے باعث چمک اٹھی تھیں۔ "واقعی تمہیں یہ چیزیں نہیں لانی چاہیے تھیں۔ ہم جیسے لوگ بھلا ان چیزوں کی قدر کیا جانیں۔"

"تم دنیا کی ہر چیز کی قدر جانتی ہو، ہیلن!"، اسٹینسلا نے کہا تھا۔ یہ بات اس نے پولستانی زبان میں کہی تھی۔ ہیلن جانتی تھی کہ اسے زیادہ واضح اور فصیح انگریزی الفاظ کے انتخاب میں انتہائی دشواری ہوتی تھی۔ برسوں تک انگریزی بولنے کے باوجود بھی، جب کوئی دل کی بات اس زبان میں کہتا تو یہ سماعت پر گراں گزرتی تھی، اور غیر مانوس معلوم ہوتی تھی۔ تاہم ایسے مواقع شاذونادر ہی آتے تھے۔ اسی لئے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات کے لئے فطری طور پر بچپن کی زبان کو ہی اختیار کرنا پڑتا تھا۔ ہیلن نے اس وقت بھی سوچا تھا، اور اب استاشیہ کے باورچی خانے میں بھی اسے یہی خیال آیا کہ کیا اس تمام دنیا میں ایسی کوئی اور بھی عورت ہے، جو اپنے شوہر سے اس قسم کی بات نہ سننے کی متحمل ہو سکتی ہو۔؟ اور وہ بھی شادی کو تیس برس سے زیادہ عرصہ بیت جانے کے بعد! تیس برس سے زیادہ عرصہ تک، ترقی کے لئے ایک ایسے کھیت پر کام کرنے کے بعد، جس پر تمام وقت صرف کرنا پڑتا ہو! کیا کوئی عورت ہر قسم کی انوکھی اور کٹھن معلومات حاصل کرنے اور ہر طرح کے جرأت مندانہ اور بیش بہا تجربات کے بعد بھی اپنے شوہر کی زبان سے ایسی بات نہ سننے کی متحمل ہو سکتی ہے۔؟ اس نے سوچا کہ اگر دنیا میں ایسی کوئی عورت موجود ہے بھی، تو وہ کم از کم ہیلن مالیک وسکی نہیں تھی۔

(۳)

استاشیہ ترنووسکی اور ہیلن مالیک وسکی، دوسری سیکڑوں پولستانی

کسان عورتوں جیسی ہی تھیں ۔۔۔ وہ عورتیں جو ان ہی کی طرح پولینڈ میں پیدا ہوئی تھیں، یا وہ، جنہوں نے نوجوان یوستانی جوڑوں کی اولاد کے طور پر نیو انگلینڈ میں، یا کنیکٹی کٹ اور مغربی میساچوسٹس کے تمباکو کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے علاقوں میں اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ ان کے شانے اور بازو مضبوط تھے۔ ہاتھ کشادہ اور نہر مند تھے۔ چوڑے کولہے، اور بھوری آنکھیں تھیں۔ ان کے جھریوں سے عاری، ہشاش بشاش چہرے، ڈھلتی عمر کی ان عورتوں جیسے ہی تھے، جنہیں وہ جانتی تھیں۔ وہ کسی بھی اعتبار سے حسین تو نہیں تھیں، لیکن وہ بظاہر اور بباطن، قوی، لائق اور آسودہ خاطر تھیں۔ انھوں نے مجموعی طور پر زندگی کو پُرفیض اور مہربان پایا تھا، اور ان میں زندگی کے ناگزیر مصائب، شکست سامانی اور ناقابل حل عقدوں کی شکایت کا رجحان شاذ و نادر ہی پیدا ہوا تھا۔

اس وقت انھوں نے ایک دوسرے کے کام میں حائل ہوئے بغیر، ایک جیسی نفاست اور مہارت کے ساتھ، دُھلائی اور سنبھالائی کے نتائج اور چیزوں کی اصلاح پر خوش ہوتے ہوئے، مل بانٹ کر کام کیا۔ انھوں نے آسانی کے ساتھ انگریزی میں ہی بات چیت کی۔ کیونکہ ان کے بچے اور ان بچوں کی اولاد سب اپنے بزرگوں کی زبان سے بہت کم دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی باعث انہیں انگریزی میں زیادہ اپنائیت محسوس ہوتی تھی۔ تاہم وہ یوستانی بھی بڑی مہارت سے بولتی تھیں، کیونکہ ان کے بوڑھے عزیز و اقارب، ابھی تک اپنی مادری زبان ہی بولا کرتے تھے۔ وہ اتنی بے تکلفی سے

کوئی دوسری زبان نہیں بول سکتے تھے۔ انہیں اس بات کا انتہائی ملال تھا کہ پولستانی زبان، بوڑھے پولستانیوں تک میں بڑی سرعت کے ساتھ ختم ہوتی جارہی ہے۔

پولستانی زبان کی قطعاً اور یقینی موت کا موضوع، بشتر گھریلو محفلوں کا اہم ترین اور پریشان کن مسئلہ بن گیا تھا۔ بزرگ لوگ اپنے ان بیٹوں اور بیٹیوں کو الزام دے رہے تھے، جنہوں نے اپنی اولاد، اور اولاد کی اولاد میں مادری زبان سے بے تعلقی کے رجحان کو بڑھنے دیا تھا۔ شاید اس وقت پھٹے پرانے چیتھڑوں کو رگڑتے ہوئے اور کپڑوں کو صاف کرتے ہوئے اسی احساسِ جرم کے تحت استاشیہ اور ہیلن اپنی مادری زبان کے سلسلے میں پریشان ہورہی تھیں۔

استاشیہ نے کہا، "بعض اوقات میں سوچتی ہوں کہ ہمیں بچوں کے ساتھ زیادہ سختی برتنی چاہیئے تھی۔ فادر کومنسکی بھی یہی کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ بات شرم ناک ہے کہ ہمارے بچوں کو پولستانی نہیں آتی، ہمارے بچے ان خطبوں کو بھی نہیں سمجھ سکتے، جو وہ عمر رسیدہ لوگوں کے لئے گرجے میں پڑھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب وہ پولستانی الفاظ بولتے ہیں تو ہمارے بچے، پیچ و تاب کھاتے ہیں، اور کبھی کبھی ہنسی اڑاتے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہم نے اپنی اولاد کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ شاید وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔"

"پادریوں کو ہر بات معلوم نہیں ہوتی"، ہیلن نے کہا۔ "ان کے یہاں ایسے بہت سارے بچے نہیں ہوتے، جو چیخ چیخ

کہ امریکی الفاظ بولتے ہیں۔ اور جب تم ان سے پولستانی میں بات کرتی ہو تو وہ جواب ہی نہیں دیتے۔ اور پھر وہ میری تمہاری بات کو سن تو لیتے ہیں۔ دراصل انگریزی زبان زیادہ آسانی سے آجاتی ہے۔ یہ تو ہم جیسوں کے لئے بھی آسان ہے۔ جن کی پیدائش پولستان کی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" استاشیہ نے جواب دیا۔

"لیکن یہ بات صرف پادریوں کی ہی نہیں ہے۔ کنیکٹی کٹ کے تمام کالجوں کے پروفیسر بھی یہی کہتے ہیں۔ دوسرے پڑھے لکھے آدمیوں کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ اس کو سراسر غلط سمجھتے ہیں کہ بچوں کو صرف ایک ہی زبان آتی ہو۔ جب ہمارا جان پرائمری اسکول میں تھا۔ تب بھی وہ اپنے باپ کو اور مجھے بتایا کرتا تھا کہ اس کے استاد کیا کہتے ہیں۔ لیکن ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ اس میں پولستانی زبان کو نقصان پہونچ رہا ہے۔ اس نے پولستانی تو آسانی سے سیکھ لی تھی۔ لیکن وہ بات چیت میں اس زبان کو استعمال کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ہم نے اسے مجبور بھی کیا۔ بلکہ یہ کام تو ہمارے روزمرہ کے کاموں کا ایک حصہ بن کر رہ گیا تھا۔ اس نے فرانسیسی بھی بہت جلدی سیکھ لی تھی، اور جرمن تو وہ ایک ہی سال میں سیکھ گیا تھا۔ حالانکہ اس کے والد ہمیشہ اسے بتاتے رہتے تھے کہ پولستانی اپنے وطن میں جرمنوں سے انتہائی نفرت کرتے تھے۔"

"مجھے معلوم ہے" ہیلن نے کہا۔"

"ماضی میں اپنے وطن میں رہتے ہوئے ہم جرمنوں سے نفرت

کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ ہم اپنی نفرت کا کس کس طرح اظہار کیا کرتے تھے! ہمارے اسکول میں ہنس نام کا ایک چھوٹا سا جرمن لڑکا تھا، گول مٹول، کچوری جیسے گالوں اور نیلے پھولوں جیسی آنکھوں والا لڑکا۔ اسے بھولنا بہت مشکل ہے۔ مجھے یقین ہے وہ بہت اچھا بچہ تھا، لیکن ہم سب اسے چڑایا کرتے تھے۔ ہم نے اس کا نام 'سور' رکھ دیا تھا۔ ہم سب سور، سور کہہ کر اس پر پل پڑتے تھے۔ پھر وہ رونے لگتا۔ میں اس کے گول مٹول، گلابی رخساروں پر ڈھلکتے ہوئے موٹے موٹے آنسوؤں کو اب بھی محسوس کر سکتی ہوں۔ ہم اپنی انگلیوں سے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے، سور، سور کی رٹ لگائے رہتے۔ پھر وہ اور زیادہ رونے لگتا۔ میرا خیال ہے بچے بڑے ظالم ہوتے ہیں۔ استاشیبہ!،،

،، ہو سکتا ہے۔،، استاشیبہ نے کہا۔

،، لیکن جرمنوں سے وہ نفرت تو ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ مجھے یاد ہے، بچپن کے دنوں میں موسم خزاں میں صرف چند ہفتوں کے لیے فصلیں کاٹنے کا کام کرنے کے لئے جرمنی جانے والے لوگوں کو بھی ہم کتنی حقارت سے دیکھا کرتے تھے۔ میرے دادا ہمیشہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ جرمنی کے تمام لوگ برے نہیں ہیں، ان میں بہت سے اچھے لوگ بھی ہیں۔ اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے۔ میرے دادا بہت نیک تھے۔ جرمنی کے بہت سے لوگوں سے ان کی جان پہچان تھی اور وہ ان کے بے حد مداح تھے میں اکثر سوچا کرتی ہوں کہ اگر انہیں اس کا علم ہوتا کہ یہ پرانی نفرت

کبھی ختم نہ ہوگی تو انہیں کتنا رنج ہوتا !"

ہیلن نے کچھ کہنے سے پہلے استاشیہ کے ایک برتن پر منجھائی کے لئے سفوف چھڑک دیا۔ اس پرانی نفرت کے متعلق وہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ اس کے بجائے اس نے وہ سوال دہرانے کا ارادہ کیا، جس سے استاشیہ خوب واقف تھی اور جو اکثر پوچھا جاتا تھا۔

"کیا تمہیں اور جان کو کبھی وطن جانے کی خواہش ہوتی ہے، استاشیہ؟ کبھی وہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم" استاشیہ نے کہا۔

اس کے بعد وہ چند منٹ تک خاموش رہی۔ جب اس نے بولنا شروع کیا تو ہیلن کو بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ استاشیہ شاذو نادر ہی بے تکلف گفتگو کرتی تھی۔ یا دل کی بات بتاتی تھی۔

"ہم نے اکثر اس موضوع پر بات چیت کی ہے" استاشیہ نے کہا۔ "لیکن اب وہاں ہمارے زیادہ رشتے دار نہیں ہیں۔ صرف میرے دو بھائی ہیں، اگر ابھی سامنے دروازے پر آن کھڑے ہوں تو میں انہیں پہچان بھی نہ پاؤں گی۔ اس کے علاوہ ہم دونوں کے بہت سے رشتے کے بھائی بند ہیں۔ اگر کبھی اخراجات کا انتظام بھی ہو جائے۔ تب بھی جان وہاں جانے کے لئے اتنا آرزومند نہیں ہوگا، جتنی میں ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ اسے یاد ہے، جب وہ بچہ تھا، تب پولستانی کس حالت میں اپنے وطن واپس آتے تھے، اور کتنے غیر ملکی معلوم ہوتے تھے۔ وہ بتایا کرتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے بہترین کپڑوں، اور مختلف لہجے میں غلطیوں سے بھرپور پولستانی

بولتے ہوئے قریب قریب عجوبہ معلوم ہوتے تھے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ وہ لوگ پرانے رسم و رواج کا مذاق اڑاتے تھے اور امریکہ کے متعلق، اور یہاں کی تمام آسائشوں کے بارے میں بڑی شیخیاں بگھارا کرتے تھے۔ یہ درست ہے کہ جان ایسی حرکتیں نہیں کرے گا، لیکن میرا خیال ہے کہ وہ واپس جانا نہیں چاہتا۔ لیکن میں مرنے سے پہلے، وطن کے لوگوں کو تو نہیں، لیکن وطن کی چیزوں کو ایک بار ضرور دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"کونسی چیزیں؟" ہیلن نے جلدی سے پوچھا۔ استاشیہ کے رخساروں پر اچانک سرخی نمودار ہو گئی تھی۔ ہیلن اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ اپنی غیر معمولی صاف دلی کی وجہ سے مشکل میں پڑ گئی تھی۔

"بات یہ ہے" استاشیہ نے کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔۔"

"میں دیہات کی پرانی سڑک کو، اور مکانوں کے عقب میں پھیلے ہوئے ان کھیتوں کو ایک بار پھر دیکھنا چاہتی ہوں، جن پر پتھروں یا جھاڑیوں کی باڑھ لگی رہتی تھی۔ جس سے ہر شخص اپنی زمین کی شناخت کر سکتا تھا۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ کیا گرجا کے رنگین شیشوں والے دریچے اب بھی ویسے ہی لگتے ہیں۔ جیسے کوئی تاج کے اوپر سرخ گلابوں کا ہار پہنے ہو۔ وہ دریچے مجھے کتنے باوقار معلوم ہوتے تھے! میں جنگل میں کلاہ باراں چننا چاہتی ہوں۔ میں زلوٹی[1] کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی خواہش مند ہوں میں ہر تولا نان

---

[1] پولستان کا ایک سکہ جو ۱۰ پیس کے برابر ہوتا ہے۔

بائی کے یہاں سے ایک بڑا سا تازہ نان پاؤ خرید دوں گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا تنور اب بھی موجود ہے۔ اور میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ کیا وہاں کے لوگ اب بھی اپنے مکانوں کے دروازوں کے آگے آلو اگاتے ہیں۔"

"جہاں تک میرا تعلق ہے،" ہیلن نے استاشیہ سے غیر متوقع طور پر اس کی خواہشات کا ذکر سن کر چونکتے ہوئے اور ہمت کرتے ہوئے کہا "جہاں تک میرا تعلق ہے میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا کچھ معمر ہم وطن اب بھی اسی طرح کہاوتوں کے انداز میں بات چیت کرتے ہیں، جیسے، لگام ہاتھ میں تھامے بغیر چھکڑے میں نہ بیٹھو، یا گھر میں مہمان، خدا مہربان، تم تو جانتی ہی ہو۔ اب میری دادی ہی کو لو، وہ کہاوتوں میں ماہر تھیں۔ ان کے دماغ میں ہزاروں کہاوتیں بھری پڑی تھیں۔ جو ان کے منہ سے اظہار کے لئے بے تاب رہتی تھیں۔"

"ہاں بھئی، ٹھیک کہتی ہو۔ میرا اندازہ ہے کہ اب ہم ان تمام پرانی چیزوں کو کبھی نہ دیکھ سکیں گے، نہ ان باتوں کو سن پائیں گے" استاشیہ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے ہیلن کہ ہم وہ لولستانی پودے ہیں جنہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس ملک کی دھرتی میں لگا دیا گیا ہے۔"

"میں بھی اس بات سے خائف ہوں۔" ہیلن نے کہا۔

ایک لمحے کو وہ حقیقت میں دہشت زدہ سی ہو گئی تاہم اسے صحیح طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس چیز سے خوف زدہ ہے۔ اس پر غور کرنے کے لئے اس کے پاس وقت بھی نہیں تھا کیونکہ اس احمقانہ خوف سے دوچار ہوتے ہی اس نے مسز واسکی واز کو استاشیہ

کے باورچی خانے کی جانب آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

(۴)

مسز داسکی وز کو جب بھی یہ معلوم ہوتا کہ جان اور اسٹینسلا پورسٹن گئے ہیں۔ اور استاشیہ اور ہیلین مل کر کام کر رہی ہیں، وہ ان سے ملنے کے لئے آجایا کرتی تھی۔ مسز داسکی وز کے نام کا پہلا جزو انیا تھا۔ وہ اپنے آبائی گاؤں میں ہو آئی تھی، جو استاشیہ اور ہیلین کے گاؤں کی طرح وارسا اور دریائے وسٹولہ کے پاس واقع تھا۔ دو سال پہلے وہ اپنے شوہر مائیکل کے ہمراہ وہاں گئی تھی۔ یہ دونوں جوانی میں ایک دوسرے کے ہمسایہ تھے۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد انیا نے اس کے علاوہ کسی اور موضوع پر بہت کم بات چیت کی تھی۔ وہاں کی چیزیں وہاں کا ماحول اسے اس قدر عجیب اور غیر مانوس معلوم ہوا کہ اس نے خود کو مکمل طور پر بے محل اور اپنے ہی وطن میں اجنبی تصور کیا تھا۔

" میں فرانسیسی یا جرمن، اور یہاں تک کہ روسی، غرض یہ کہ کچھ بھی ہو سکتی تھی۔" اس نے بار بار یہی بات کہی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے الفاظ کسی پرانے گیت کے ٹیپ کے بند کی سی صورت اختیار کر گئے تھے۔ "لیکن میں پولستانی قطعاً نہیں تھی۔ وہاں کبھی مت جانا استاشیہ۔ کبھی مت جانا ہیلین۔ جان اور اسٹینسلا کو بھی کبھی مت جانے دینا۔ سمندر کے خوفناک سفر، اور پھر گندی اور پُرشور ٹرینوں میں وقت گزار کر وہاں پہنچنے کے بعد روحانی کرب کے علاوہ اور

کچھ نہیں ملتا۔ اس لیے کبھی مت جانا۔ ہمیں اچھے برے، ہر قسم کے حالات میں۔ یہیں خوشی خوشی رہنا چاہیئے۔ ممکن ہے یہاں ہمیں برے دن ہی دیکھنے پڑیں۔ کچھ کہہ نہیں سکتی! لیکن بیشتر بار میں نے یہی سوچا ہے کہ یہاں ہمارا مستقبل بہتر ہی ہو گا۔،،

(۵)

انیا واسکی وزنبیشتر بولستانی عورتوں کی نسبت پستہ قد تھی، نازک سا جسم تھا، کولہے اور شانے زیادہ چوڑے نہیں تھے۔ ہاتھ چھوٹے چھوٹے تھے۔ اپنی دبلی پتلی ٹانگوں اور ٹخنوں کے سرے پر کسی قدر نفیس پیروں سے چلتی ہوئی وہ ایسی لگتی تھی جیسے بغیر کسی کی نگاہوں کی زد میں آئے وہ چپکے چپکے کسی بھی ایسی دنیا میں پہنچ جائے گی جو اس کے تصور میں آباد تھی۔ تاہم لوگوں کا مرکزِ نگاہ ہونا ہی وہ فطری خواہش تھی، جس کی وہ آرزومند تھی۔ چونکہ وہ انتہائی اشتیاق کے ساتھ اس کی آرزو کرتی تھی، اس لیے وہ اکثر وبیشتر اس جوابی رد عمل کا کسی نہ کسی طرح اظہار کرا ہی لیتی تھی۔ استانیہ اور ہیلن سے بھی اس نے اس کا اظہار کرا لیا تھا۔ اور اس حقیقت کے باوجود بھی اظہار کرا لیا تھا، کہ وہ ایک ایسے ماضی کے ذکر یا گفتگو کی خواہش مند نہیں تھیں جس کے نقوش دھندلا گئے تھے۔ جو طاقِ نسیاں کی زینت بن چکا تھا۔ جو یادوں کے افق پھلانگ چکا تھا، اور امورِ خانہ داری، کھیتی باڑی، اور ان کے امریکی بچوں کے روز افزوں خاندانوں کی تفصیلات کے درمیان بغیر کسی افسوس یا کرب کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھو چکا تھا۔

"یہ کوئی اہم بات نہیں تھی،" مسز واسکی وزنے کہنا شروع کیا۔ "وہ — یہ اپنے لڑکے بارے انگریزی میں کیا کہتے ہیں اسے؟ — اوہ، یاد آیا — میرا وطن واپس جانا۔ ہاں تو یہ شادیوں جیسی اہم بات نہیں تھی۔ جب میں اور مائیکل وطن میں تھے، وہاں دو شادیاں تھیں۔ تقریباً ایک پورے ہفتے تک، ہر قسم کی انوکھی رسموں کے ساتھ ان کا ہنگامہ چلتا رہا، ہر رات شراب خانے میں دعوتیں، بینڈ باجے کے ساتھ جلوس، عشقیہ نغمات شبینہ۔ گرجا میں فاصل نمازیں، حد سے زیادہ ووڈکا، ہر انداز کی رسمیں، اور ہر قسم کی بیہودگیاں۔ غرض یہ کہ یہ تمام ہنگامہ بالکل اسی طرح جاری رہا۔ جیسے ہمارے بچپن میں ہوتا تھا۔ میں تو ان دو شادیوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ہلکان ہو گئی تھی۔ میں نے مائیکل سے کہا کہ مجھے نہیں معلوم، یہ لوگ یہ سب کیوں کرتے ہیں۔ مثلاً پادری کو بلانا اور خاص طور پر اس کے لئے تیار کئے گئے تلے ہوئے انڈوں کو ایک قاب میں رکھنا — خواہ کیسا بھی وقت کیوں نہ ہو۔ آخر یہ سب کیوں ہوتا ہے۔ اس پر میری بہن نے بتایا کہ فادر کو اپنے تلے ہوئے انڈے ضرور کھانے چاہئیں۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ اگر فادر کو تلے ہوئے انڈے نہ ملیں تو پھر ہم ہفتے کے دن، سہ پہر کے "اعتراف" میں ان کا سامنا کیسے کر سکتے ہیں؟ ایک انڈا نرم ہونا چاہیئے، اور دوسرا دونوں طرف سے تلا ہوا اور سخت ہونا چاہیئے۔ یہ بات میری بہن نے ہی بتائی تھی، اور یہ بھی بتایا کہ وہ نیک بزرگ فادر ساورسکی کی طرح نہیں ہیں، جو کبھی شاذونادر ہی دونوں

انڈے کھاتے تھے۔ خیر، یہ کوئی اہم معاملات نہیں تھے، جنہیں میں نے محسوس کیا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ وہاں کے رسم و رواج یہاں کے رسم و رواج سے اتنے مختلف ہیں کہ ان کا کوئی مقابلہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح یہاں کی شادیوں کی رسمیں ہمارے وطن کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ میں مائیکل سے کہتی رہی کہ غیر معمولی رسموں کو ترک کیا جاسکتا ہے۔ یہ اتنی مختلف ہیں کہ امریکہ میں ان پر عمل نہیں کیا جاسکتا میں نے یہ کبھی کہا۔ کہ یہ صرف معمولی رسمیں ہی ہیں جنہیں ہم ایک نئے ملک میں بھی برقرار رکھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم انہیں برقرار رکھنا چاہیں ان معمولی رسموں کی وجہ سے میرا گلا رندھ گیا تھا۔ اور آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ تب میں نے یہ تمنا کی۔ کہ کاش میں نے ان معمولی رسموں کو زندہ رکھنے کے لئے ان پر توجہ دی ہوتی۔"

"کونسی معمولی رسمیں؟" ہیلن نے مسز واسکی وز سے پوچھا، جس کی آنکھیں اس وقت بھی نم ہوگئی تھیں۔

اس نے اپنے لہجے میں اشتیاق کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے پوری طرح کوشش کی، کیونکہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ استاشیہ مسز واسکی وز سے کچھ پوچھنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ وہ منہ پھیلائے اپنے باورچی خانے کے گندے پانی کا نالہ صاف کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ اسے پہلے ہی پوری طرح صاف کر چکی تھی۔ ہیلن نے اس بات کو تاڑ لیا تھا۔ استاشیہ کو پوری طرح امید تھی کہ اگر وہ خاموش رہی تو مسز واسکی وز زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرے گی۔ لیکن ہیلن اسے خوب جانتی تھی۔ وہ پہلے ہی بھانپ گئی تھی کہ مسز

واسکی وزکی اس تمہید کے پس پردہ کوئی اہم اور بری خبر پوشیدہ تھی۔ اس کے یہ خالص تمہیدی جملے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ جان گئی تھی کہ یہ تمہید اس انتہائی اہم معاملے کا پیش خیمہ ہے، جس کے باعث اس وقت پورستان میں نہیں۔ بلکہ کنیکٹی کٹ کی وادی میں مسز واسکی وز کے دل میں ٹیس اٹھ رہی تھی، اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

"ہاں تو کونسی معمولی رسمیں، انیا؟" اس نے دوبارہ سوال کیا۔ اس بار اس کے لہجے میں واقعی گمبھیرتا تھی۔

"سچ مچ، معمولی رسمیں۔" مسز واسکی وز نے کہا۔ "جیسے کسی کے بالوں میں پھولوں کا موباف اور لڑیاں، اور چمکتے ہوئے ربن کے ٹکڑے تمہیں یاد ہے نا، ہیلن۔ ہماری مائیں اسکول کی خاص خاص تقریبات یا پیغمبروں کے عرس کے موقع پر ہمارے بالوں میں پھول گوندھا کرتی تھیں۔ ہماری چوٹیوں میں ادھر ادھر ہری پتیاں ہوتی تھیں، یا پیمانہ نما پھول، یا پھر سدا بہار جھاڑی کے نیلے پھول ہوتے تھے۔ اگر ہم نے واقعی توجہ دی ہوتی تو ہم یہی یہاں بھی کر سکتے تھے۔ اسی طرح میں اپنی یدوگا کی چوٹی کو بھی سجا سکتی تھی۔"

"نہیں، تم نہیں سجا سکتی تھیں،" استاشیہ نے ناند پر سے اپنے سرخ اور کھردرے ہاتھوں کو اٹھا کر ان پر نظر ڈالتے ہوئے تند لہجے میں کہا۔ "نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتی تھیں، انیا، یدوگا اسکول کی ایک صبح کے بعد یا گرجے کی نماز کے آدھے گھنٹے بعد ہی انہیں اتار پھینکتی۔ اتنے برس تک یہاں رہنے کے بعد بھی ایسی احمقانہ بات

ہمت کرو انیا۔ معمولی اور غیر معمولی، دونوں طرح کی رسمیں ہمیشہ کیلئے ختم ہو چکی ہیں۔ یدوگا اب پولستانی نہیں ہے۔ میں بھی اسے پولستانی سمجھنے کی خواہش مند ہوں، لیکن اب وہ پولستانی بالکل نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ وہ پولستانی بننا بھی نہیں چاہتی۔ وہ تمہارے پیمانہ نما پھولوں کے گوباث اور سدا بہار نیلے پھولوں کو ایک منٹ بھی اپنی چوٹی میں نہیں رہنے دے گی۔"

"اور کونسی معمولی رسمیں، انیا؟" ہیلن نے جلدی جلدی کہا۔

اسے استاشیہ کے بولنے پر اور اس کے تلخ لہجے پر تعجب ہو رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اندازہ لگایا کہ مسز واسکی وز کے الجھے ہوئے ذہن میں اصل مسئلہ اب پختہ ہو گیا تھا، اور اچانک اس کی سمجھ میں آگیا کہ یہ مسئلہ یدوگا سے متعلق ہے، جسے اپنے پولستانی نام سے نفرت تھی، اور جس کی ساری سہیلیاں اُسے وگی کے مختصر نام سے پکارتی تھیں۔

"مثلاً دیواروں پر لگی ہوئی تصویروں کو ہی لو،" مسز واسکی وز نے کہا۔ "مجھے تعجب ہے کہ پولستانیوں کو تصویروں سے اتنی دلچسپی کیوں ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں یہ بھول گئی تھی کہ وہ اپنے بزرگوں کی تصویروں سے کتنی عقیدت رکھتے ہیں۔ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ کونسی تصویر کس کی ہے۔ مجھے واقعی معلوم نہیں تھا۔ میری بہن نے کہا تھا کہ وہ ان تصویروں کو اتارنے اور صاف کرنے کے لئے ایسٹر پر ہونے والی صفائی کا انتظار نہیں کر سکتی۔ پھر اس نے کہا کہ اس کام میں وہ مجھ سے مدد لے گی۔ چنانچہ میں نے تمام تصویریں نیچے اتاریں، انہیں صاف کیا۔ اور پھر اوپر لٹکا دیا۔ میں نے ہر

تصویر کے متعلق اپنی بہن سے معلوم کیا کہ یہ کون ہے۔ موچی انکل کیرسنسکی کون تھے، اور خالہ پاپنکا کونسی ہیں؟ وہ خالہ جو سیب کی مزے دار نگ بنایا کرتی تھیں۔ میں ان کے متعلق سب کچھ بھول گئی تھی۔ میں نے بہن سے پوچھا کہ ورٹز یلو بھیا کون سے ہیں، جنہوں نے میئر کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ پادری نے انہیں تنبیہ کیا تھا کہ یہ شادی تمہاری غلطی ثابت ہوگی۔ اور واقعی ہوا بھی یہی تھا۔ مجھے اپنے وطن کے تمام بزرگ اور بچے، سب بالکل ایک جیسے معلوم ہوئے۔ گول مٹول، خوب موٹے موٹے چہروں والے، اور سب کے سب بھڑکیلی چیزوں سے آراستہ اور ہنگامہ خیز لگے۔ میری بہن کہتی رہتی تھی کہ کیا امریکہ جاکر لوگ اپنے عزیزوں کو بھول جاتے ہیں؟ میں یہ بات سمجھ سکتی تھی کہ اسے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ میرا یہ بھول جانا کہ میرے عزیز کون تھے۔

"وطن ہرگز نہ جانا، ہیلن۔ کبھی نہ جانا، استاشیہ، اگر تم دوبارہ کبھی دستولہ کا نظارہ نہ کر سکو، تو اس میں رنجیدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس میں ہمیشہ کی طرح اب بھی موسم بہار میں سیلاب آتا ہے، اور اسی طرح گاؤں کے آدھے مکان تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور خشک موسم میں یہ اس غلاظت کی وجہ سے سڑتا رہتا ہے جو اس میں ڈالی جاتی ہے۔ کنیکٹی کٹ دریا کو دیکھ کر مجھے دستولہ یاد آیا کرتا تھا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ وطن سے یہاں اپنے کھیت پہ واپس آنے کے بعد، ایک بار میں نے مائیکل سے اس کا اظہار بھی کیا تھا۔ میں نے اس سے صرف یہی کہا تھا، پھر کبھی نہیں،

تم اس سے پوچھ سکتی ہو، میں نے بالکل یہی الفاظ کہے تھے۔"

ہیلن نے اچانک محسوس کیا کہ "پھر کبھی نہیں" کے یہ الفاظ کتنے بھیانک تھے، جامع اور مختصر، فیصلہ کن، اندوہ ناک اور دہشت انگیز الفاظ۔ یہ الفاظ صرف مسز واسکی وز کے "پھر کبھی نہیں" ہی کے غماز نہیں تھے بلکہ ان کا دائرہ زندگی کی تمام "پھر کبھی نہیں" تک پھیلا ہوا تھا۔ ہیلن نے محسوس کیا کہ یہ الفاظ یونانی میں بھی اتنے ہی بھیانک تھے، جتنے انگریزی میں۔ اس نے یہ اندازہ لگانے کے لئے استاشیہ کی جانب دیکھا کہ کیا اس نے بھی ان سادہ لفظوں کی جلدی آمیز کیفیت کو محسوس کیا ہے۔ لیکن استاشیہ نے اسے قطعاً محسوس نہیں کیا تھا۔ کم از کم ہیلن نے تو یہی محسوس کیا، کیونکہ استاشیہ ناند کے اوپر لگی ہوئی ان ٹونٹیوں کو چمکانے میں مصروف نظر آئی، جو پہلے ہی خاصی چمکدار معلوم ہو رہی تھیں۔

شاید مسز واسکی وزکے ان تین لفظوں کی اندوہ ناکی اور اس کے ذہن پر جو بے پناہ بوجھ تھا اس کی وجہ سے ہیلن کے دوسرے سوال میں پُرخلوص تعلق اور رفاقت کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ ایک ایسا سوال جو اس جذباتی ہمدردی کے احساس سے پیدا ہوا تھا، جس کے باعث ہیلن نے محسوس کر لیا تھا کہ مسز واسکی وز بات چیت کرنے کے لئے بے تاب ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اسے اس کی ضرورت ہے۔ اسے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے بات چیت کی سخت ضرورت ہے۔ بلکہ اسے اپنے دل کا غبار نکالنے کا جو بوجھ بھی اس کے ذہن پر مسلط تھا، اسے اتار پھینکنے کی

اس کے بارے میں کسی سے بھی جو اسے سن سکے، اسے تسکین کا سامان فراہم کر سکے، بات چیت کرنے کی سخت ضرورت تھی۔

(۶)

"کیا یدوگا واقعی کالج جاتی ہے، انیا؟" ہیلین نے پوچھا۔ ہیلین کو یقین تھا کہ یدوگا اپنی ماں کے لئے ایک بار تھی۔ وہ محسوس کر سکتی تھی کہ مسز واسکی وز کی تمام اضطراب انگیز بدھمی اور خوف سے یدوگا کا مضبوط پولستانی پیکر جھانک رہا تھا، اور پولستانی کی جگہ امریکی بننے کے اپنے اٹل ارادے سے مجبور ہو کر مسز واسکی وز کے تمام وسوسوں پر غلبہ پا رہا تھا۔ ان وسوسوں کا مذاق اڑا رہا تھا، اور انہیں بہر طور شکست دینے کے در پے تھا۔

ایک لمحے کو ہیلین کے دل میں یہ آرزو بیدار ہوئی کہ وہ مسز واسکی وز کو کسی روتے بسورتے بچے کی طرح اپنے مضبوط بازوؤں میں سمیٹ لے۔ اس کی پشت تھپتھپائے اور کہے، "نا، نا، مت رو۔ میں تو۔ یہیں تمہارے پاس ہوں۔" لیکن اس نے ایسا کیا نہیں۔ اس نے صرف یدوگا کے کالج جانے سے متعلق اپنے سوال کو دہرایا۔

"ہم سب اس بارے میں سن رہے ہیں۔" اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے سوچا تم سے تصدیق کر دوں گی۔ کیا یہ صحیح ہے۔"

"نہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ یدوگا کالج میں پڑھنا چاہتی تھی۔ چار برس سے اس کا یہی ارادہ تھا۔ جامعہ میں اس نے نمایاں کامیابی

حاصل کی۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے۔ وہاں وہ کچھ بنی تھی۔ جسے الوداعی مقرر کہتے ہیں۔ یاد ہے نا تمہیں! اسے جامعہ کی ڈگری کے لئے ایک خاص خطبہ لکھنا تھا۔ یہ خطبہ بہت اچھی تقریر بھی تھا۔ اور اخبار میں اس کے نام کے ساتھ چھپا تھا۔ سب سے اوپر اس کا نام، یدوگا واسگی وز چھپا ہوا تھا۔ اس وقت میں نے اور اس کے باپ نے یہی محسوس کیا تھا کہ اب واقعی ہماری حیثیت بن گئی ہے۔ یدوگا کی کامیابی پر اس کے باپ کو اتنا ناز تھا کہ انھوں نے اخبار میں سے وہ کالم کاٹ لیا تھا، اور وہ اسے جیب میں رکھے، سب پولستانیوں کو دکھاتے پھرتے تھے۔ پھر جب بار بار کھولنے اور جگہ جگہ دکھانے سے یہ کاغذ گھس گیا تو انھوں نے اسے وطن ارسال کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے کاغذ پر اس کا پولستانی ترجمہ بھی نتھی کر دیا، کیونکہ اس کا امکان تھا کہ پولستانی اسے سمجھ نہ پاتے۔ انھوں نے اس کی سرخی تک پولستانی میں لکھ دی تھی۔ یہ پولستانی تحریر، اور اس میں جگہ جگہ بنے ہوئے زیڈ، ٹی اور کے جیسے الفاظ خود مجھے بھی بہت عجیب لگے تھے۔ اس پر یادوگا اپنے باپ کو نادان بیوقوف بڈھا کہنے لگی۔ اس سے انہیں بہت دکھ ہوا لیکن یادوگا نے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے ابا، اس کا لکھا ہوا خطبہ اپنے ہم وطنوں کو پڑھوانے کے لئے وطن بھیجیں۔ انہوں نے عنوان سے لے کر، آخر تک اس کا ترجمہ کیا تھا اس کام میں انہیں گھنٹوں لگ گئے تھے۔ تاہم ان کے ترجمے کی زبان کچھ بہت اچھی نہیں تھی۔ اسے مکمل کرنے سے پہلے انہیں پادری سے بھی مدد لینی پڑی تھی۔ یادوگا نے انہیں گاڈی اور احمق بھی کہا۔ ہم دونوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ گاڈی کے کیا معنی ہیں۔ لیکن میں سمجھ گئی

تھی کہ یہ بدترین احمق کو کہتے ہیں۔"

"مجھے یدوگا کے کالج نہ جانے کا افسوس ہے۔" ہیلن نے کہا۔ اسے واقعی افسوس ہو رہا تھا۔ حالانکہ اسے یدوگا سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا اس کے نزدیک وہ ایک گستاخ اور بدتمیز لڑکی تھی۔ یدوگا کے مستقبل کے عزائم کی نسبت اس کے تاسف کی جڑیں زیادہ گہرائی تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اس تاسف کا سرچشمہ وہ فخر تھا جسے بہترین پولستانی، خواہ ان کی سماجی حیثیت کچھ ہی ہو، اس وقت محسوس کرتے ہیں جب کوئی شخص علم حاصل کرنے کی وجہ سے ممتاز اور باوقار بن جاتا ہے۔

لیکن ہیلن کی طرح انیا واسکی وزکہ ایسے کسی فخر سے محروم ہونے کا تاسف نہیں تھا۔ وہ تو اپنے ذاتی غم واندوہ میں گھری ہوئی تھی۔

"مجھے بھی افسوس ہے۔" واسکی وزنے کہا۔ اب اس کی آنکھیں اور بھی زیادہ نمناک ہوگئی تھیں۔ "اور میرے افسوس کا ایک سبب ہے۔ تمہیں بھی جلد ہی اس کا علم ہو جائے گا، لیکن میں ابھی بتائے دیتی ہوں۔ بات یہ ہے کہ یدوگا اپنے برسوں پرانے منصوبے کے مطابق نہ کالج میں داخلہ لے رہی ہے، اور نہ اسکول میں استانی ہی بنے گی، کیونکہ وہ شادی کر رہی ہے۔"

واسکی وز کے اس اعلان پر استانیہ نے ٹلکوں پہ پالش کرنا بند کر دیا وہ اپنے ہاتھ میں پالش کا کپڑا اٹھائے، ناند کے پاس بے حس وحرکت کھڑی ہوگئی۔ یہ کپڑا جان کی سردیوں میں پہننے کی سرخ فلالین کی پرانی قمیض میں سے پھاڑا گیا تھا۔

ہیلن کو اچانک محسوس ہوا کہ قمیض کا یہ چیتھڑا، کتنا شوخ اور

چمک دار لگ رہا تھا۔ وہ بے وجہ اس پر کڑھنے لگی، جیسے اس چیتھڑے کی شوخی اور چمک دمک انسانی غم والم کا منہ چڑا رہی تھی۔ اس میں ایک بار پھر داسکی وز کو اپنے آغوش میں بھینچنے کی وہی مہمل خواہش مچل اٹھی، اور وہ بڑبڑائی، "نہیں، نہیں"، لیکن اس کے علاوہ اس نے اور کچھ نہیں کہا۔ استا شیبہ کی طرح وہ بھی داسکی وز کے چہرے کو گھورتی رہی، اور انتظار کرتی رہی کہ وہ بیدو گا کے متعلق انہیں کچھ اور باتیں بتائے۔

(۷)

داسکی وز اپنے آنسو پی لینے کے بعد ہی انہیں مزید کچھ بتا سکتی تھی۔ وہ موٹے موٹے آنسو جو اس کے بے چین اور نازک چہرے پر بہہ رہے تھے۔ جنہیں دیکھ کر ہیلن کو ہنس نام کے اس جرمن لڑکے کے رخساروں پر بہتے ہوئے ایسے ہی موٹے موٹے آنسوؤں کا خیال آگیا تھا۔ لیکن داسکی وز کے آنسو اس کے لئے زیادہ پریشان کن نہیں تھے۔ کیونکہ وہ انہیں اپنے آنچل سے پونچھ سکتی تھی۔ لیکن کچھ آنسو شاید اب بھی اس کے گلے میں اٹکے ہوئے تھے، جس سے اس کے الفاظ کپکپا رہے تھے، اور آواز کانپ رہی تھی۔

ہیلن نے محسوس کیا کہ وہ چیخ چیخ کر نہیں روئے گی۔ داسکی وز کے یہ آنسو اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ اس کا غم قابل برداشت ہے۔ ہیلن نے برسوں کے تجربات سے یہ بات سیکھی تھی کہ آنسو صرف اسی بات کی غمازی کرتے ہیں۔ البتہ آنسو سے عاری رنج والم ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

"ہاں، مسز واسکی وز نے کہا۔" یدوگا کرسمس پر شادی کر رہی ہے۔ یا شاید کرسمس سے پہلے ہی کر لے۔ ہم نے ابھی دن طے نہیں کیا ہے اور جیسا کہ ہم برابر آس لگائے ہوئے تھے، وہ ولادسلا سلادوسکی سے شادی نہیں کر رہی ہے۔ ولادسلا قریب قریب بچپن سے ہی یدوگا سے پیار کرتا ہے۔ لیکن یدوگا کی نظر میں وہ ایک عام سا پولستانی ہے اور بس، وہ اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتی۔ حالانکہ بنک میں اس کی اچھی خاصی رقم جمع ہے۔ اس کا ایک چھوٹا سا فارم بھی ہے جسکی اسنے ساری قیمت چکا دی ہے۔ مائیکل کا کہنا ہے کہ یہ زمین ایک نئے مکان اور کم از کم دس ایکڑ کے تمباکو کے کھیت کے لئے بہت کافی ہے۔"

اس دوران میں ہیلن بیٹھک میں سے ایک چھوٹی سی میز لے آئی تھی۔ جس پر استاشیہ نے واسکی وز کے سامنے کافی کا پیالہ رکھ دیا تھا۔ واسکی وز کو اپنی روداد سناتے ہوئے کافی کے گھونٹ لینے کے لئے رکنا پڑا۔ استاشیہ اور ہیلن نے بھی کام چھوڑ دیا۔ اور اپنی کرسیاں میز کے قریب کھینچ لیں۔ صبح کے وقت کافی کا دوران کے لئے قریب قریب ایک رسم کی سی صورت اختیار کر گیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ انیا کو کافی کے ایک لبالب بھرے ہوئے، اور بہت ساری شکر سے خوب میٹھا کئے ہوئے ملائی والے پیالے کی توقع ہے۔

استاشیہ نے سوچا کہ شاید وہ کافی پی کر چلی جائے گی۔ ممکن ہے وہ واقعی چلی جائے، اور ہمیں بیٹھک صاف کرنے کی فرصت مل جائے۔ کافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اب ملاقات مکمل ہو گئی۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ آخر یدوگا سے ہمیں کیا سروکار ہے۔؟

لیکن ہیلن کا خیال تھا کہ وہ نہیں جائے گی۔ اس وقت تک نہیں جائے گی، جب تک اپنے دکھی دل کا غبار نہ نکال لے گی۔ جب تک وہ یدوگا کے متعلق پوری بات نہ بتادے۔ تب تک ہرگز نہیں جائے گی۔ اس نے سوچا کہ اصل موضوع تک پہنچنے میں، میں اسکی مدد کروں گی۔

"تو پھر وہ کون ہے، جس سے یدوگا شادی کررہی ہے، انیا؟"، ہیلن نے پوچھا۔ واسکی وز نے ہیلن کے سوال کا جواب دینے سے پہلے کافی کا ایک گھونٹ لیا، اور ذرا سا میٹھا سموسہ کھایا۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا۔"

"وہ ایک امریکی سے شادی کررہی ہے۔ اس کا نام بھی امریکی ہے۔ روبرٹ نورٹن ہے، اس کا نام۔"

"میں نے اس شخص کے متعلق کبھی نہیں سنا۔"، انستاشیہ نے تند لہجے میں کہا، اور کچھ اس طرح جیسے اس کی ناواقفیت، روبرٹ نورٹن نام کے امریکی لڑکے کو نیست و نابود کر دے گی، اور اس کے وجود کو مٹا دے گی۔"

"نہیں اس کے متعلق کیسے معلوم ہوتا؟"، واسکی وز نے کہا۔" مجھے یقین ہے وہ کبھی تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ وہ ہم میں سے کسی سے بھی واقف نہیں ہے۔ ہم سب اس کے لئے پولستانی ہیں۔ وہ ہمیں یہی کہتا ہے۔ ایک برس پہلے کسی دعوت میں اس کی یدوگا سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے پہلے تو وہ یدوگا کو بھی نہیں جانتا تھا۔ پھر اس کے بعد تو وہ شاید ایک گھنٹے کو بھی یدوگا سے الگ نہیں ہوا۔ اس کے پاس ایک کار ہے، جس میں وہ دونوں جگہ جگہ گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ

کنیکٹی کٹ کے ٹیل کالج میں پڑھتا ہے۔ اس کا ڈاکٹر بننے کا ارادہ تھا۔ لیکن اب ___ اب تو وہ یدوگا سے شادی کر رہا ہے، اور میرا خیال ہے کہ کسی نوکری کی تلاش میں ہے۔ آخر اپنے گھر والوں کے لیئے روٹی تو چاہیئے ہی، اور پھر بچے کے لیئے کپڑے لتے بھی درکار ہوں گے۔ اس کے والدین کو اس کا پولستانی لڑکی سے شادی کرنا پسند نہیں ہے۔"

"میرے خیال میں بھی وہ اسے پسند نہیں کریں گے۔" ہیلن نے کہا، کیونکہ واسکی وزنہ کے توقف سے یہ بات ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ اس پہ کوئی رائے چاہتی ہے۔

"لیکن پھر بھی ___ بہرحال ایک بات یہ ہے،" واسکی وزنہ نے کہا۔ "کم از کم اس لڑکے، رابرٹ نورٹن کو اپنے فرض کا احساس ہے۔ مائیکل بھی یہی کہتا ہے، مائیکل تو اسے کھیتوں میں نصف حصہ دینے کے لئے بھی تیار ہے۔ لیکن یہ لڑکا کھیتی باڑی کی الف بے بھی نہیں جانتا۔ دراصل اسے اس پیشے سے نفرت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تمباکو اور پیاز میں تمیز نہیں کر سکتا، بالکل نہیں کر سکتا......"

(۸)

مسز واسکی وزنہ کے آنسوؤں سے اٹکتے ہوئے الفاظ نے استاشیہ اور ہیلن کے تمام شکوک رفع کر دیئے تھے۔ اگر وہ بچے کے کپڑوں کا ذکر نہ بھی کرتی، تب بھی وہ دونوں سمجھ گئی تھیں کہ رابرٹ نورٹن نامی ایک امریکی لڑکا ایک پولستانی لڑکی، یدوگا واسکی وزنہ سے شادی کرنے کے لیئے ٹیل کالج اور شاندار مستقبل کے خوابوں کو کیوں تیاگ

رہا تھا۔ تمام تر محسوسات کے مطابق اس کا سبب خاصا پرانا تھا: تاہم چونکہ یہ دارہ دات برطرف میں ہوئی تھی، اس لئے اچانک نئی اور خاص طور پر المناک بن گئی تھی۔ اسنا شیہ نے انتہائی اطمینان کا سانس لے کر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کے بیٹے جان نے باضابطہ اور سلیقے کے ساتھ ایک پولستانی لڑکی سے شادی کی تھی، اور شادی کے بعد تین برس میں اس کے یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہیلن کے کوئی لڑکا نہیں تھا، لیکن خدا کے فضل سے وہ اس پر، تو ناز کر ہی سکتی تھی کہ اس کی تینوں لڑکیوں نے پولستانی کسان لڑکوں سے شادی کی تھی۔ اس کے تمام نواسے نواسیاں، غالباً بہت جلدی جلدی پیدا ہوئے تھے، کیونکہ ان کی پیدائش کے درمیان زیادہ وقفہ نہیں تھا۔ لیکن جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا، پہلا بچہ، ہر لڑکی کی شادی کے پورے ایک سال بعد ہی پیدا ہوا تھا۔ باقی بچے بھی زیادہ ناموزوں وقفے سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ممکن ہے ان کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہو لیکن اچھی صحت، بہترین رفاقت اور وقتاً فوقتاً آرام کے لئے اکسانے والی محنت و مشقت کے ساتھ ساتھ، آج کل زیادہ بچوں کا بھی رواج معلوم ہوتا تھا۔ یہ بھی خدا کا کرم تھا کہ ہیلن کو کبھی انیا نا سکی وزہ جیسے کرب اور ذلت سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ ایک بار پھر وہ انیا کو دلاسا دینے کے لئے بے تاب ہو گئی۔ اس نے کہا:

"تمہیں بہت زیادہ رنج نہیں کرنا چاہیئے، انیا، میرا خیال ہے کہ آج کل کا یہی دستور ہے۔ میں تو کہوں گی کہ اس لڑکے، روبرٹ نورٹن اور یلہ وگا کی خوش نصیبی ہے۔ آج کل تو اپنی قوم کے زیادہ تر لڑکے لڑکیاں شادی سے پہلے ہی بہت سے ایسے کام کر لیتے ہیں، جنہیں ممکن ہے ہماری

جوانی کے زمانے میں برا سمجھا جاتا ہو۔"

"میں تو اب بھی یہی سمجھتی ہوں کہ یہ بہت برا ہوا۔" استاشیہ نے کہا۔ "اور میں صرف سمجھتی ہی نہیں، بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ غلط ہیں۔"

ہیلن نے سوچا کہ اسے یہ یقین کیونکر ہو سکتا ہے؟ انیا جس قدر دکھی ہے، اسے اس سے زیادہ دکھی وہ کیوں کر رہی ہے؟ کون جانتا ہے کہ کیا بات، کس طرح غلط ہے؟ کون یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ کیا غلط ہے، اور کیا صحیح ہے؟ میں نے تو بہت زمانے پہلے اس پر غور کرنا چھوڑ دیا تھا کہ مجھے صحیح اور غلط کے متعلق کچھ معلوم ہو۔

اس نے اپنے ذہن میں کسی ایسی چیز کو تلاش کیا جو اسکی وجہ کیلئے تسلی کا باعث بن سکے۔ جو استاشیہ کے لفظوں کی چبھن کو ہٹا سکے۔ لیکن ابھی ہیلن کسی ایسی شے کی جستجو میں ہی تھی کہ استاشیہ نے دوبارہ بولنا شروع کر دیا۔"

"چرچ کے متعلق تم نے کچھ سوچا؟" اس نے اچانک ہی اسی تلخ لہجے میں پوچھا۔

اس وقت چرچ کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ہیلن سوچنے لگی۔ کیا چرچ اور اس کے تمام سخت گیرانہ اور اٹل قوانین سے قطع نظر بھی یہ تمام معاملات انیا کے لئے بے حد کٹھن اور المناک نہیں ہیں؟"

تب اسے اچانک اس بات کا احساس ہوا کہ چرچ کے متعلق استاشیہ اور جان کے نظریات، اس کے اور اسٹینسلا کے نظریات سے قطعاً مختلف تھے۔ استاشیہ نے اپنے لڑکے جان کو تقریباً اتنی چھوٹی عمر میں سینٹ بار برا کے گرجا میں پادری کا خادم بنا دیا تھا، جب وہ

قندیل روشن کرنے اور عشائے ربانی کی بوتلوں کو سنبھالنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ ہیلن کو محسوس ہوا کہ استاشیہ، ہمیشہ کلیسا میں پہنے جانے والے ان جبّوں کو ہی دھوتی اور کلف دیتی رہی ہے، جو کم عمر جان کو گرجے میں گھٹنوں کے بل کھڑے ہونے، سر تسلیم خم کرنے، اور تمام مقدس برتن پادری کے سپرد کرنے کے لئے پہنائے جاتے تھے۔

استاشیہ کے گھر میں ہر قسم کی متبرک تصاویر موجود تھیں۔ یہاں تک کہ اس کے باورچی خانے میں بھی یسوع مسیح کی ایک ہولناک تصویر لگی ہوئی تھی جس میں یسوع کا خون آلود کلیجہ دکھایا گیا تھا۔ اس تصویر کے سامنے سے گزرتے ہوئے استاشیہ ہمیشہ اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتی تھی۔ خواہ وہ برتن سمیٹنے میں مصروف ہو، یا گوشت، روٹی، یا ٹھنڈے گوشت سے متعلق کاموں میں مصروف ہو، لیکن وہ ایسا ضرور کرتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی بیٹھک کی دیوار پر مصلوب مسیح کی اور بھی تصویریں آویزاں تھیں۔ جنہیں دیکھ کر استاشیہ اپنے سینے پر صلیب کے مزید نشانات بنایا کرتی تھی۔ کبھی کبھی خود ہیلن نے بھی صلیب کا نشان بنایا تھا، لیکن صرف اسی صورت میں جب استاشیہ اسے اپنے مسلسل گھور رہی ہو اس وقت اسے یہ بھی محسوس ہوا کہ ایسے موقعوں پر وہ یہ حرکت خدا کے خوف سے نہیں، بلکہ استاشیہ کے ڈر سے کیا کرتی تھی۔

ہیلن اور اسٹینلا گرجے کو محض گرجا ہی سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اس کا وجود ضروری تھا۔ کیونکہ یہ وطن کی پرانی زندگی کا ایک ضروری جزو تھا۔ اتوار کے روز ہر شخص معمول کے مطابق کلیسا میں نماز ادا کرنے جاتا تھا۔ اتوار کی صبح کو سویرے ہی اس فریضہ سے فارغ ہو کر

اسٹینسلا کہا کرتا تھا، لو اس کام سے بھی نمٹ لئے ہیلن۔ اب ہم اتوار کا طویل اور خوشگوار دن آرام اور سکون کے ساتھ بتا سکتے ہیں،،

لیکن استاشیہ کے نزدیک، کلیسا خود خدا کا درجہ رکھتا تھا۔

استاشیہ اور جان، ہمیشہ پادری سے دوستانہ اور بے تکلف تعلقات بنائے رکھتے تھے۔ استاشیہ اس کے لمبے چوڑے چغے رفو کرتی تھی۔ انہیں اسفنج سے صاف کر کے استری کرتی تھی، اور وہ ہمیشہ پادری کے لئے کچھ نہ کچھ پکانے میں مصروف نظر آتی تھی۔ اسی وجہ سے استاشیہ کا سوال بہت اہم تھا۔ اور یہی سوال ہیلن کو بے رحمی کا حامل معلوم ہوا۔

استاشیہ نے اپنے سوال کو ایک طنز آمیز تبصرے کے ساتھ اس طرح مکمل کیا، جیسے صرف یہ سوال ہی کافی نہیں تھا۔

"میرے خیال میں فادر کو منسکی ایسی شادی سے قطعاً خوش نہیں ہوں گے۔ میرا خیال نہیں کہ رو برٹ نورٹن یدوگا کی طرح کنتھولک ہے۔،،

ہیلن کے ذہن میں پھر کچھ سوالات پیدا ہوئے۔ اس نے خود اپنے آپ سے پوچھا، آخر استاشیہ اتنی پتھر دل کیوں بن گئی ہے؟ وہ ہمیشہ تو اتنی سختی سے پیش نہیں آتی۔ کبھی تو وہ جنگل کے کلاہ باراں اور وطن کے گرجا کی کھڑکیوں میں لگے ہوئے رنگین شیشوں کا ذکر کرتی ہے۔ اس بے چاری انیا سے اتنی بے رحمی کے ساتھ پیش آنے کی کیا ضرورت ہے؟،،

(۹)

منر واسکی وڈ نے اپنے آنسوؤں سے تر بتر چہرے پہ ایک پھیکی سی

مسکراہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر ہیلین نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔ وہ چرچ جو ایک پولستانی لڑکی اور امریکی لڑکے کی شادی میں ایک ناقابل تسخیر سنگ راہ بن سکتا تھا، اب کسی قسم کی رکاوٹ بنتا نظر نہیں آرہا تھا۔ واسکی وزاس معاملے کی وضاحت کے لئے انتہائی مضطرب نظر آرہی تھی۔ پیالے میں دوبارہ کافی ڈالنے پر اس نے استاشیہ کا شکریہ ادا کیا، پھر بھی اسے یہ بتانے کی عجلت تھی کہ مذہبی دشواریاں اس کے دکھوں میں کسی اضافے کا باعث نہیں بنی تھیں۔

"نہیں بھئی، وہ کتھولک تو نہیں ہے" اس نے کہا۔

"لیکن وہ کتھولک بننے پر رضامند ہے۔ اس کا خاندان میتھاڈسٹ ہے۔ میرے خیال میں ان کے فرقے کا یہی نام ہے! لیکن وہ کہتا ہے کہ میں اس کی مطلق پروا نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ تو یدوگا کو چاہتا ہے۔ اسے حاصل کرے گا۔ اس کے مذہبی عقائد وغیرہ، سب کچھ اختیار کرے گا۔ حالانکہ اس کے والدین اپنے لڑکے کے کتھولک بننے پر خوش نہیں ہوں گے۔ اسی لئے فادر کوہنسکی اسے کچھ سکھا رہے ہیں۔ جیسے وہ "درس" کہتے ہیں۔ مائیکل کے اور میرے قیاس کے مطابق اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ شادی کسی شخصی عبادت خانے میں نہیں، بلکہ خاص گرجے میں ہی ہو سکتی ہے۔

"یدوگا دعوت نامے تیار کر رہی ہے"، مسز واسکی وزنے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور ان کی تیاری پر وہ خود اپنے پاس سے وہ رقم خرچ کر رہی ہے، جو اس نے گزشتہ گرمیوں میں اس دکان سے کمائی تھی، جہاں اس نے کام کیا تھا۔ تاریخ طے ہوتے ہی تہیں بھی

دعوت نامے ملیں گے۔ معلوم ہوتا ہے یہ دعوت نامے دوہرے لفافوں میں آتے ہیں۔ یہ چھپے ہوئے ہیں، اور ان پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:"

مسٹر اور مسز داسکی وزاپنی دختر یدوگا کی مسٹر روبرٹ نورٹن سے شادی کی تقریب میں آپ کی شرکت کے متمنی ہیں۔"

اتنا کہنے کے بعد داسکی وز خاموش ہو گئی، اور دوبارہ گفتگو شروع کرنے سے پہلے اس نے اپنے آنسو پونچھے۔ ہیلن سمجھ گئی۔ کہ داسکی وز، اس سے آگے جو کچھ بتانے والی تھی، وہ اور بھی زیادہ المناک اور تعجب خیز تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ داسکی وز کے ذہن میں امریکی لڑکے سے شادی کے علاوہ بھی کوئی بات کھٹک رہی تھی۔ وہ شادی جو باقاعدہ ہو رہی تھی اور خوش قسمتی سے کسی شخصی عبادت خانے کی بجائے خاص گرجے میں ہی ہونے والی تھی۔ وہ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ سکتی تھی کہ کچھ دیگر تفکرات جو مقابلتہً معمولی نوعیت کے بھی ہو سکتے ہیں، داسکی وز کے دبلے پتلے چہرے کی جھریوں کو اور گہرا بنا رہے تھے۔ ان تفکرات کے باعث اس کے ہونٹ تھرتھرا رہے تھے اور دائیں جانب کا رخسار، نتھنے اور ٹھوڑی کے درمیان سے کپکپا رہا تھا۔ ہیلن کو داسکی وز کا اس طرح کپکپاتا ہوا رخسار اچھا نہیں لگا۔ اس نے بڑی شدت کے ساتھ کوئی ایسی بات سوچنی شروع کر دی، جس کا اظہار سے یہ کپکپاہٹ ختم ہو سکتی ہو۔

"ایسے دعوت نامے، میں نے تو کبھی نہیں دیکھے، بلا تاخیر اس نے کہا۔" مجھے یقین ہے، وہ واقعی دلچسپ ہوں گے۔ میری لڑکیوں نے

بھی کبھی ایسے دعوت نامے تقسیم نہیں کئے۔ انہوں نے تو صرف پڑوسیوں اور سہیلیوں کے لئے ہی مختصر رقعے لکھے تھے۔ ان کا باپ چاہتا تھا کہ وہ وطن کی طرح، یہاں بھی گھر گھر جائیں، لیکن انہیں یہ پسند نہیں تھا۔ اسے انھوں نے پریشان کن اور قدیم رواج قرار دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے کچھ اسی قسم کی رائے کا اظہار کیا تھا۔ تمہیں تو یاد ہوگا، ہمیں اپنے وطن میں لوگوں کو مدعو کرنے کے لئے کس طرح گھر گھر جانا پڑتا تھا۔ ہم اسے دسلتے دینا، کہتے ہیں۔ ہم بڑے بوڑھوں کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔ اور پھر اپنے دونوں بازو ان کے گھٹنوں کے گرد حمائل کر کے کہا کرتے تھے " ہمارے خاندان میں ایک شادی ہے، اور ہماری ماں اور ہمارے والد آپ کو گرجے میں اور ہفتے بھر کی تمام رسموں میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ آپ شرکت کر سکیں گے "۔ یاد ہے نا تمہیں! ہمیں یہ سب کچھ کس طرح کرنا پڑتا تھا یاد ہے نا، انیا؟"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔" واسکی دزہ نے کہا۔ "یہ بہت عرصے پہلے کی بات ہے، لیکن مجھے یاد ہے، ہیلن، مجھے وہ تمام پرانی رسمیں یاد ہیں۔ بعض اوقات ان کی یاد سے رنج بھی ہوتا ہے، لیکن میں جانتی ہوں کہ ہمیں ان چیزوں کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے۔ یہ تو تم سمجھتی ہی ہو کہ یدوگا اپنے وطن جیسے ان "سکولیہ" سے مطمئن نہیں ہو گی۔ اس نے تو دوہرے لفافوں والے اصلی دعوت ناموں کی ہی ٹھان رکھی ہے۔ یدوگا کہتی ہے کہ آج کل اسی کا دستور ہے۔"

استناشیہ نے اچانک اپنی کرسی کو کھینچا، اور باورچی خانے سے

چوبی فرش سے رگڑ کھا کر کرسی میں سے ایک تیز اور احتجاج آمیز آواز بلند ہوئی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آج کل یدوگا بہت کچھ کہہ رہی ہے۔" اسٹاشیہ نے کہا۔ "ہاں تو وہ اور کیا کیا کہتی ہے، انیا؟"

ہیلن نے محسوس کیا کہ اب مسز واسکی وز پہلے سے زیادہ خوف زدہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے رخسار کی وہ عجیب سی کپکپاہٹ ختم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی تھی۔ بالآخر اس نے اس طرح کہا جیسے اپنے ہر لفظ پر معذرت خواہ ہو۔

"مشکل یہ ہے کہ یدوگا کو اپنا موجودہ نام پسند نہیں ہے۔ یوں تو اسے شروع سے ہی یہ نام پسند نہیں تھا۔ لیکن اب وہ اسے بدلنا چاہتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی دفتر میں یا کسی اور جگہ جا کر صرف یہ کہنے سے نام بدل سکتا ہے کہ ہم اب اپنا یہ نام رکھنا چاہتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ ممکن ہے یا نہیں۔ لیکن ایسا کیا جا سکتا ہے۔ مائیکل نے بھی اس بارے میں سوچا ہے، اور اس کی رائے ہے کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ یدوگا اپنا نام ڈورتھی، یا وکٹوریہ یا محض سیدھا سادھا سا نام میری رکھنا چاہتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ یدوگا کے علاوہ، وہ کوئی بھی نام اختیار کر سکتی ہے۔ مائیکل کہتا ہے کہ اس نے کبھی ایسی حماقت کا ذکر نہیں سنا۔ یہ حقیقت ہے کہ اپنے وطن کے لوگ اس کا برا مانتے ہیں اس میں شک نہیں کہ وہاں اب ہمارے جاننے والے کم ہی رہ گئے ہیں، لیکن وطن میں ایسا سوچنے والے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ یدوگا کا کوئی اور نام پڑھیں گے تو کیا سوچیں گے؟ اگر وہ

انگریزی پوری طرح نہ بھی پڑھ سکیں، تب بھی وہ سمجھ تو جائیں گے۔ کہ اس کا کچھ اور نام لکھا ہوا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ یہ سب فضول باتیں ہیں، لیکن ان کا میرے ذہن پر بڑا بوجھ ہے۔ اب تم بتاؤ، اس پاگل پن کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔؟"

ہیلن ابھی اپنے الجھے ہوئے خیالات کو سلجھانے میں ہی مصروف تھی، اور کسی ایسے شفقت آمیز اور ہمدردانہ جملے پر غور کر رہی تھی جو اسکی وزکی چہرے کی اس منحوس کپکپاہٹ کو دور کر سکتا ہو۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی استاشیہ نے بولنا شروع کر دیا۔ اب وہ بولستانی بول رہی تھی، جیسے انگریزی میں اس کی ناپسندیدگی اور ناسنظوری کا اظہار ہی نہ ہو سکتا ہو۔

"میں تو اسے پاگل پن سے بھی کچھ زیادہ ہی سمجھتی ہوں، انیا،" استاشیہ نے کہا۔ ہیلن نے جیسے ہی یہ سخت اور کھٹور الفاظ بولستانی زبان میں سنے، اسے جھرجھری آ گئی۔ استاشیہ کی نفرت اور اس کے غصے نے اس کے لہجے کو اور بھی زیادہ کھٹور بنا دیا تھا، "پاگل پن تو بہت ہی معمولی لفظ ہے۔ میرے خیال میں یہ تو سراسر گناہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم اور مائیکل اس حماقت کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کروگے۔ آخر یہ دگا اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے۔؟ اس کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے، وہ ایک معقول بولستانی خاندان کی لڑکی ہے، اور اس کا نام بولستانیوں کا پسندیدہ نام ہے۔ ایک زمانے میں بولستان میں یدوگا نام کی شہزادیاں ہو چکی ہیں۔ ہاں ہاں شہزادیاں! ذرا سوچو تو! ڈورتھی بڑا احمقانہ نام ہے۔ اور وکٹوریہ اس سے

زیادہ احمقانہ ہے۔ میں ان لڑکوں کو بالکل پسند نہیں کرتی جنہیں اس کلیسائی عقیدے کا پاس نہ ہو، جس پر ان کی تربیت ہوئی ہو، خواہ وہ کوئی بھی عقیدہ ہو۔ میں تو کہوں گی کہ تم بالکل کنویں میں گر رہی ہو، انیا واسکی وزنہ، میں تو کبھی ایسا نہیں کروں گی۔ ہرگز نہیں۔ اگر مجھے وارسا بھر کے نمکوں کی تمام دولت بھی مل رہی ہو، تب بھی ایسا نہیں کروں گی۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے بیٹے نے کاسیہ نام کی ایک معقول پولستانی لڑکی سے شادی کی ہے، جو اپنا نام بدل کر ڈورتھی یا وکٹوریہ نہیں رکھنا چاہتی۔ اور وہ اپنے بچوں کو اس پر فخر کرنا سکھا رہی ہے کہ ان کے آباؤاجداد پولستان کے رہنے والے تھے۔"

(۱۰)

"نہ جانے اس بے چاری پر کیا بیتے گی!" ہیلن نے خود کو کہتے ہوئے سنا۔"

اس کا استانشیہ سے جھگڑنے کا بالکل ارادہ نہیں تھا، لیکن واسکی وزنہ کے ابھی تک انتہائی بدحواسی اور کمزور نظر آنے والے چہرے کی وجہ سے بدحواس ہو کر اس نے جلدی میں یہ الفاظ کہہ دیئے تھے۔ مکان کی صاف اور چمچاتی ہوئی کھڑکیوں سے دن کا جو منظر نظر آرہا تھا اس نے بھی ان الفاظ کو اگل دینے میں مدد دی۔ کیونکہ یہ منظر اداسی اور المناکی کے اس ماحول سے قطعاً مختلف معلوم ہو رہا تھا۔

دوپہر ہو گئی تھی، اور فضا تابناکی سے معمور نظر آرہی تھی۔ تمباکو اور پیازنہ کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں پر سورج اپنی روشنی نچھاور کر رہا تھا۔

بعض کھیتوں میں جاڑوں کی فصل کے اناج کے نودمیدہ خوشوں کی وجہ سے ہریالی چھائی ہوئی تھی۔ سورج کی تمازت خیز، بلکہ تپتی ہوئی شعائیں تمباکو کے کھیتوں میں بنے ہوئے بڑے بڑے شگافوں میں سے اندر اس جگہ تک پہونچ گئی تھیں، جہاں بڑے بڑے چپٹے پتے سوکھنے کے لئے لٹکے ہوئے تھے۔ ہیلین تمباکو کی تیز اور چڑچڑی مہک کو محسوس کر سکتی تھی۔ ایسے حرارت آمیز روغنی والے چند دنوں کے بعد تمباکو کے یہ پتے ان کی جیبوں اور بٹوؤں کو نوٹوں سے بھرنے والے تھے۔ یہ سرمایہ انہیں اپنے اور جانوروں کے لئے غلے کی فکر سے بے نیاز ہو کر، پرسکون اور آسودہ خاطری کے ساتھ جاڑے بتانے کے لئے کافی ہوگا۔ ہیلین نے سوچا کہ زمین سونا اگل رہی ہے۔ جب سے میں یہاں آئی ہوں، میں نے کبھی یہاں کسی بچے کو بھوک سے بلکتے ہوئے نہیں دیکھا۔

"کاسیہ پر جانے کیا بیتے گی۔ استاشیہ۔"، ہیلین نے اپنی بات دہرائی "، تین نسلوں کے بعد، بچوں کو سمندر پار کے ایک قدیم ملک پر فخر کرنا سکھانا آسان نہیں ہے۔ تم جو چاہو کہہ سکتی ہو لیکن محض کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو بچے امریکہ میں پیدا ہوئے ہیں، وہ امریکی ہی بننا چاہتے ہیں۔ وہ امریکی نام، امریکی غذا، اور امریکی رسم ورواج کو اپنانا چاہتے ہیں۔ تمہاری کاسیہ انتہائی کوشش کے باوجود بھی ان کے ذہنوں کو بدل نہیں سکتی۔ انیا کے آنے سے پہلے خود تم نے ہی کہا تھا کہ ہمارے اپنے بچے بھی پولستانی نہیں بولنا چاہتے، ان کی نظر میں یہ زبان کوئی وقعت نہیں رکھتی، اور سان کے بچوں کی نظر میں تو یہ اور بھی زیادہ حقیر زبان ہوگی۔ وہ اسے محض ایک مجہول اور قدیم زبان سمجھتے ہیں، اور ان کے بچے

اسے اور بھی زیادہ مجہول اور فرسودہ زبان تصور کریں گے۔ انہیں دور افتادہ یورپ میں رہنے والے اپنے کسی بزرگ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اگر وہ وہاں زندہ بھی ہوں، تب بھی وہ کبھی ان سے ملنے کے لئے نہیں جائیں گے۔"

اچانک اس نے ایک عجیب سی اداسی کو اپنے اوپر طاری ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ یہ اداسی اس کی آواز میں بھی سرایت کر گئی، اور اس کے بعد جو کچھ اس نے کہا، اس کا لہجہ بہت زیادہ نرم ہو گیا۔

"ہاں، میں یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ بات بہت افسوسناک ہے۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ یہ تو وہ قیمت ہے جو ہم ایک نئے وطن کو اختیار کرنے اور پرانے وطن کو تیاگنے کے لئے ادا کرتے ہیں۔ پچاس برس بعد کنیکٹی کٹ کی اس وادی میں کوئی ایک بھی حقیقی پولستانی نہیں ہوگا، استاشیہ ہم سب امریکی ہی ہوں گے۔ میرا اسٹینسلا بھی یہی کہتا ہے، خواہ ہمیں یہ بات پسند ہو یا نہ ہو، لیکن وہ بالکل ٹھیک کہتا ہے۔"

"پچاس برس!" استاشیہ نے کہا۔ "میں تو یہ سب دیکھنے کے لئے زندہ بھی نہیں رہوں گی۔ لیکن جب تک میں زندہ ہوں۔ مجھے کبھی اس پر شرم محسوس نہیں ہوگی کہ میں کہاں کی رہنے والی ہوں۔"

"مجھے بھی نہیں ہوگی" ہیلن نے کہا۔

"مجھے غلط مت سمجھو، استاشیہ۔ مجھے بھی اپنے پولستانی ہونے پر فخر ہے۔ لیکن میں اس پر بھی خوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ میں نے یہاں کسی کو کبھی بھوکا نہیں دیکھا۔ مجھے کسی بچے کی بڑی بڑی آنکھوں میں بھوک کی پرچھائیاں دیکھ کر بڑی دہشت ہوتی تھی۔ اور اس

سے زیادہ دہشت ناک حالت وہ تھی جب بچپن میں خود ہمیں فاقوں سے سابقہ پڑتا تھا۔ ان دکھوں کا تجربہ اور ٹکڑے ٹکڑے کی محتاجی کا احساس بڑا ہیبت ناک تھا۔ وہاں پہاڑوں میں آلو بونے اور ان کی فصل تیار ہونے کے زمانے میں ہم لوگوں کو بھی، جو غریبوں میں شمار نہیں ہوتے تھے، فاقے کرنے پڑتے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ یہاں میرے نواسیوں کو ایسے دن نہیں دیکھنے پڑے، ایسے دن، جب صرف رات کو سونے سے ہی ہمیں بھوک کے احساس سے نجات مل سکتی تھی۔ لیکن اکثر و بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ بھوک کی وجہ سے ہمیں نیند بھی نہیں آتی تھی "

مسز دا سکی وز کے آنسو خشک ہونے لگے تھے۔ اب یہ دکھ نہیں۔ بلکہ بھوک، موضوعِ گفتگو تھی۔ ہلین نے یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا کہ اب دا سکی وز کے چہرے پر وہ تشنجی حرکت بہت خفیف ہو گئی تھی۔ اس نے خود کو اس نئے موضوع پر گفتگو میں حصّہ لینے کے لئے تیار کر لیا تھا۔ اس نے ناک کے ذریعہ ایک لمبا سانس لیا، اور پھر کہا۔

" مائیکل بھی یہی کہتا ہے، ہلین۔ جب کبھی شام کے کھانے میں رکابیاں آلو، پنیر، سوئر کروت[1] اور گوشت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں تو انھیں دیکھ کر مائیکل یہی کہا کرتا ہے کہ ہمیں خدا کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے اب ہمیں اس طرح فاقے نہیں کرنے پڑتے۔ جیسے اپنے وطن میں بہت سے لوگوں کو فصل بونے اور اسے کاٹنے کے درمیان کرنے پڑتے تھے۔ مائیکل کہتا ہے کہ ہم دنیا کی ہر نعمت کے لئے امریکہ اور اس وادی کے ممنون

---

[1] ایک جرمنی کھانا، جس میں ترشی ملی ہوئی ہوتی ہے۔

ہیں، جس میں ہم رہتے ہیں۔ اسے امریکہ میں کاشتکار ہونے پر فخر محسوس ہوتا ہے۔ وہ پولستانی کی سکونت اختیار کرنے کے لئے کبھی اپنے وطن نہیں جانا چاہتا۔ وہ یہی کہتا ہے استثنائیہ کہ سارے پولستان کی خاطر بھی وہ کبھی وہاں نہیں جائے گا۔

"اور اسے یاد دلاؤ کہ ایک امریکی لڑکے سے شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اسے اتنا سخت اعتراض نہیں ہے، جس سے وہ واقعی پریشان ہو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم سب آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ ہو رہے ہیں۔ آئرستانی، کناڈا، سے آنے والے فرنسیسی، پولستانی، ہنگری کے رہنے والے اور امریکی سب ایک دوسرے سے وابستہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ بعض اوقات تو وہ کبھی پولستانی بولنا پسند نہیں کرتا۔ میں اسے اپنے ان بزرگوں کی وجہ سے پولستانی بولنے پر اکساتی رہتی ہوں۔ جو انگریزی کو پسند نہیں کرتے۔ اور وہ پولستانی بولنے کی پوری کوشش کرتا ہے، لیکن اس کی زبان اچھی نہیں ہوتی۔ جب وہ وطن میں کسی کو خط لکھتا ہے تو میں اسے یاد دلاتی ہوں کہ خطوط کو اسی انداز سے یسوع مسیح کی حمد و ثنا کے ساتھ شروع کرے، جیسا کہ ہمارے یہاں رواج تھا۔ اگر میں یاد نہ دلاؤں تو وہ خط کے شروع میں یسوع مسیح کا نام نہیں لکھتا۔ وہ کہتا ہے کہ خطوط کو اس انداز سے شروع کرنا سراسر حماقت ہے۔ وہ کہتا رہتا ہے کہ اگر تم نے خود اپنی مرضی سے دوسرے ملک کی رہائش اختیار کر لی ہے، تو پھر تمہیں اپنے نئے وطن کے رسم و رواج کو اپنا لینا چاہئے۔ اس کی رائے ہے کہ امریکی رسم و رواج کو اختیار کرکے ہی ہم اس ملک کے احسانوں

کو چکا سکتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" استاشیہ نے کہا۔ لیکن اپنی پرانی روش کا بھی تو پابند ہونا چاہئے۔ ہمارا جان مجھ سے اور اپنے باپ سے پولستانی میں ہی بات چیت کرتا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ دوسرے لوگوں سے وہ کس زبان میں بات کرتا ہے۔"

"کیا وہ اچھی پولستانی بول لیتا ہے استاشیہ؟" واسکی وزنے پوچھا۔ ہیلن نے محسوس کیا کہ واسکی وزنے یہ بات کسی قدر دبے دبے لہجے میں پوچھی تھی۔

"ہو سکتا ہے، بہت اچھی نہ ہو،" استاشیہ نے بے دلی کے ساتھ اعتراف کیا۔ پھر اس نے جلدی سے ایک سوال کرتے ہوئے اپنے بچاؤ کا سامان فراہم کر لیا۔ "کیا یدوگا پولستانی بالکل نہیں بولتی، انیا۔؟"

"بہت معمولی۔" واسکی وزنے کہا۔" وہ گڈ مارننگ کو پولستانی کو دزیں دوبرے، کہہ سکتی ہے، اور ایسے ہی کچھ جملے بول سکتی ہے۔ لیکن اسے پولستانی بولنا کچھ زیادہ پسند نہیں ہے۔ آخر اس پر اسے کون الزام دے سکتا ہے؟ اس نے اسکول میں انگریزی پڑھی، اور وہ ہمیشہ انگریزی کتابوں کا ہی مطالعہ کرتی ہے۔ آج کل وہ شیکسپیئر پڑھ رہی ہے۔ شیکسپیئر پر اسے بے پناہ دسترس حاصل ہے۔ اس کے والد کہتے ہیں کہ وہ شیکسپیئر کے کسی ڈرامے کی ایک سطر کا بھی مفہوم نہیں سمجھ سکتے۔ اپنی تمام تر امکانی کوشش کے باوجود بھی نہیں۔ میں تو کہوں گی کہ میں خود بھی یدوگا کے باپ کی طرح شیکسپیئر کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میری سمجھ میں تو یہ کبھی نہیں آتا کہ شیکسپیئر کیا کہنا چاہتا تھا۔ لیکن یدوگا جانتی ہے۔ وہ سیکڑوں جملے

بالکل اسی طرح سنا سکتی ہے۔ جیسے وہ ڈراموں میں موجود ہیں۔ رویرٹ نورٹن کہتا ہے کہ اس نے ییل کالج تک میں شیکسپیئر کو اتنا نہیں سمجھا، جتنا یدوگا سمجھتی ہے۔"

"شیکسپیئر کی کتابیں تو بولستانی میں بھی ہیں۔" استاشیہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ شیکسپیئر کا ترجمہ دنیا کی ہر زبان میں ہو چکا ہے۔" ہیلن نے جلدی سے کہا۔ "شیکسپیئر کسی ایک ملک کا نہیں، تمام دنیا کا مصنف ہے۔"

ہیلن نے ایک ایسی رائے کے اظہار پر بے پناہ فخر اور مسرت محسوس کی، جو عالمانہ ہونے کے علاوہ انتہائی قابل قبول بھی تھی۔ اس نے سوچا کہ ایسی رائے کا اظہار ہیلن مالیک وسکی کے منہ سے نہیں، بلکہ کسی کتاب میں ہونا چاہیئے تھا۔

اسے خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ اب بھوک اور شیکسپیئر کے موضوع پر بات چیت ختم ہوتی نظر آرہی تھی۔ اسے یہ دیکھ کر بھی بے حد اطمینان محسوس ہوا کہ اب مالیک وسکی ونز کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔ غالباً یہ اچھا ہی ہوا کہ یدوگا اور اس کے مسائل زیر بحث آگئے تھے۔ اس سے واسکی ونز کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا، اور اب وہ صاف طور پر پُر سکون نظر آرہی تھی۔

ہیلن کو خیال آیا کہ یدوگا کا مسئلہ واقعی پریشان کن ہے۔ تاہم اب لوگ ایسے واقعات کو فراموش کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ کچھ ہی برسوں میں، خاص طور پر چرچ میں باقاعدہ شادی کے بعد، وقت سے پہلے بچے کی پیدائش کو اہمیت دینے والے زیادہ لوگ نہیں ہونگے۔

بشرطیکہ شادی باقاعدہ طور پر ہو جائے، اور واسکی وز کو اس سلسلے میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا۔ آخر یہ وگا اچھی لڑکی ہے، اور امریکی لڑکے بھی بہترین شوہر ثابت ہوتے ہیں۔

(۱۱)

مسز واسکی وز کے روانہ ہونے کے بعد ہیلین نے دوبارہ بڑی مسرت کے ساتھ دن کے بے پناہ تابندگی کو محسوس کیا۔ دوپہر کا وقت تھا وہ قریب ہی واقع اپنے مکان کی جانب روانہ ہوگئی۔ اسے شاید اس سے پہلے موسم خزاں کی رنگ آرائی اور آب وتاب کو اتنی شدت کے ساتھ محسوس نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے مکان کے مقابل لگے ہوئے سرخ میپل کے درخت میں (جو اس نے اور اسٹینسلا نے بارہ برس پہلے مکان کی آخری قسط کی ادائیگی کی خوشی میں لگایا تھا)، گاؤں کے سبزہ زار کے پار برچ کے جھنڈ میں پتھروں کی دیوار پر چڑھی ہوئی سرخ بیلوں کے رنگ میں، غرض یہ کہ ہر چیز میں ایک نئی آب وتاب اور تابندگی محسوس کی۔ ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں وہ کبھی نیو انگلینڈ کی اس تابناکی کی عادی نہیں ہوئی تھی۔ وطن کے موسم خزاں کی وہ مبہم سی یاد جو بچپن سے اس کے ذہن میں محفوظ تھی، اب اس عظیم الشان اور بے پناہ تابانی کے سامنے بالکل ماند پڑ گئی تھی۔

اس آب وتاب میں بے تحاشا اثر کرنے کی قوت موجود تھی، سال کے اختتام کے باوجود اس بے پناہ تابناکی کے باعث، ہر شخص ہنوز انجانی

لہ ایک درخت جس کی شاخیں پتلی اور چھال چکنی ہوتی ہے۔

مسرتوں کا منتظر رہتا، اور ہر شخص کو ایسے مستقبل کی عنایتوں اور نوازشوں کا عرفان حاصل ہو جاتا، جو ابھی تک تصورات کی دنیا سے دور تھا۔ لیکن یہاں کی فراوانی اور بے فکری نے ایسے مستقبل کو ممکن بنا دیا تھا۔

کسے معلوم تھا کہ کونسی انہونی بات اسٹینسلا اور اس کی منتظر تھی۔ ہیلن نے سوچا کہ ممکن ہے کسی سال جاڑوں میں ہم فلوریڈا یا کیلی فورینا یا شاید برمودا جائیں۔ آخر کچھ ایسے لوگ بھی تو تفریح کے لئے ایسے مقامات پر جاتے ہیں، جو ہم سے زیادہ خوش حال نہیں ہیں۔ تو پھر اسٹینسلا اور میں۔ ہم دونوں بھی کیوں نہیں جا سکتے؟۔ اس نے خود سے سوال کیا۔ اس قسم کی تفریح کیلئے ابھی بہت زندگی باقی ہے۔ ابھی تو ہم بوڑھے بھی نہیں ہوئے ہیں۔

وہ دن اس قدر تمازت خیز، اور آسمان اس قدر روشن تھا کہ ہیلن نے اپنے اس نئے اور تر و تازہ جوش و انبساط کے عالم میں، دوپہر کا کھانا، اپنے صاف ستھرے لان میں درختوں کے نیچے بیٹھ کر کھانے کا پروگرام بنا لیا۔ کل ہی اسٹینسلا نے لان کی گھاس کاٹی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ سردیوں سے پہلے وہ آخری بار گھاس کو کاٹ رہا ہے۔

"اب کی بار سردیوں میں ہم بہت پہلے ہی اپنے ڈربے میں گھس جائیں گے، ہیلن"۔ اس نے کافی پینے اور اپنا پسندیدہ پولستانی سموسے کھانے کے لئے ہاتھ روکتے ہوئے کہا تھا۔

تاہم اس وقت، حرارت اور دھوپ سے بھر پور اس پر کیف دن میں، برف باری اور سردی کا تصور بھی ناممکن تھا۔

ہیلن نے سوچا کہ جان اور اسٹینسلا اس وقت بوسٹن میں ہوں گے شاید وہ چالڈس، میں رات کا کھانا کھانے کے لئے بوائل اسٹون

اسٹریٹ سے اس ہوٹل کی جانب جا رہے ہوں گے۔

"عمدہ کافی اور ہمبرگر یا سانیچ کھانے کے لئے چالڈس سے اچھا وہاں اور کوئی ہوٹل نہیں ہے۔" اسٹینسلا ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ "دوسری جگہوں پر ہمیں پیسوں کے بدلے مال نہیں بلکہ صرف ٹیپ ٹاپ ہی میسر آتی ہے۔ لیکن چالڈس میں پیسوں کے مطابق مال ملتا ہے۔" اسٹینسلا نے اسے ہمیشہ یہی بتایا تھا۔

ہیلن نے لان میں سرخ پیپل کے بالکل سامنے ایک چھوٹی سی میز لگاتے ہوئے سوچا کہ ایسا ممکن ہے، کہ اب جب ان کے سرد و ہفتے بعد باقی بچے ہوئے کٹ دے کر بوسٹن جائیں گے، تب شاید وہ اور استاشیہ بھی ان کے ساتھ بوسٹن جائیں۔ پھر وہ اپنا کھانا تیار کرنے کے لئے باورچی خانے میں آگئی۔ اگر یہ سفر ممکن ہوا تو یہ بڑا دلچسپ تجربہ ہو گا یہ صحیح ہے کہ انہیں بوسٹن لے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا، پھر بھی اگر اس کے ذہن میں یہ توقع مکمل طور پر اور تا دیر برقرار رہی تو شاید اسٹینسلا بھانپ جائے گا۔ ہیلن نے کھانا کھاتے ہوئے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ وہ اس بات کو ذہن میں رکھے گی۔ بوسٹن کی دکانوں کے تصور میں کھوئی رہے گی، نئی سڑک پر بھاگتے ہوئے ٹریفک کی تیز رفتاری پر حیرت کا اظہار کرے گی، اور سہ پہر کی فلموں کے نام اور اوقات معلوم کرنے کے لئے بوسٹن ہیرلڈ کا مطالعہ کرے گی۔ بوسٹن کو پوری طرح اپنے ذہن میں بسائے گی۔ اور اپنی توقع کو اتنے عرصہ تک برقرار رکھے گی کہ اسٹینسلا اسے بھانپ جائے گا، اور خود ہی ساتھ چلنے کو کہے گا۔

اس نے محسوس کیا کہ بوسٹن کی سیر سے استاشیہ پہ بھی اچھا اثر

پڑے گا، اس کا کنٹری پن ماند پڑ جائے گا، اس کے ذہن میں نئے خیالات کے لئے گنجائش پیدا ہو گی۔ بوسٹن کا غیر مانوس سڑکوں کے نظارے سے، وہاں کے شور و ہنگامے سے، کامن ویلتھ اسٹریٹ پر کبوتروں کے بے تکے، لیکن محبت آمیز منظر سے، اور تیزی سے چلتے پھرتے لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر وہ امریکہ کو اور بھی زیادہ پسند کرنے لگی۔ ہیلن ہمیشہ خود بخود سوچا کرتی تھی، کہ آخر اس ہجوم کا ہر شخص کہاں کہاں کا رہنے والا ہے؟ ان میں سے ہر ایک کے دل کی گہرائیوں میں کون سا جذبہ پوشیدہ ہے؟ کوئی نیا غم یا کوئی نئی مصیبت۔ یا محض جوتوں کے ایک نئے جوڑے کی تمنا؟ کیا ان میں سے کوئی اپنی قلیل سی آمدنی کی وجہ سے پریشان ہے، اور کیا کوئی بیماری کے احساس کا شکار ہے یا موت سے خوف زدہ ہے؟"

اسے سفر کا بے حد شوق تھا۔ بے فکری اور آزادی کے ساتھ تفریح، کہیں کہیں نیلی جھیلوں کا نظارہ، ان خوبصورت اور مضبوط شاہراہوں کی سیر، جن کا ذکر جان اور اسٹینسلا ایسے فخر کے ساتھ کرتے تھے، جیسے یہ شاہراہیں خود انہوں نے بنائی ہوں، اور ان کے اوپر خود اپنے ہاتھوں سے کنکر اور کول تار بچھایا ہو۔ وہ ان سب چیزوں کی سیر کرنا چاہتی تھی، اس کے چہرے کو چومتی ہوئی ہوا سے، خزاں کی دھوپ سے، صاف شفاف آسمان اور چھمانے ہوئے درختوں سے انتہائی دلچسپی تھی۔ وہ شاہ بلوط کے ہمیشہ سر سبز و شاداب رہنے والے درخت اور وڈبائین کی سرخ بیلوں کو (جو بڑی کثرت سے ہر جگہ بے قاعدہ طور پر پھیل جاتی ہیں) دیکھنا چاہتی تھی

لے زرد خوشبودار پھولوں کی ایک بیل۔

اسے اس اطلاع پر بھی بڑی حیرت ہوئی تھی کہ وہاں لوگوں کو اپنے کھانے کے برتن خود نہیں دھونے پڑتے، بلکہ یہ جھوٹے برتنوں کے انبار میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اسے یقین نہیں آتا تھا کہ اگر وہ چاروں وہاں گئے تو ایک رات کے لیے کسی ہوٹل میں قیام کریں گے۔ وہ اور اسٹینسلا ایک بستر کی جگہ دو بستروں والے کمرے میں ٹھہریں گے، جس میں ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بھی لگی ہوئی ہو گی۔ یہ ویٹر جو عام طور پر کوئی بوڑھا آدمی ہوتا ہے، انہیں سوتے وقت چائے لا کر دے گا۔ یا اسٹینسلا کیلئے سب سے زیادہ انوکھی اور پُر لطف وھسکی لا کر دے گا، جو برف سے بھرے ہوئے جام میں بھر کر آہستہ آہستہ اور پورے انبساط کے ساتھ چٹخارے لے لے کر پی جاتی ہے۔

دوسرے روز رات کے اندھیرے میں واپسی کا سفر بھی اسے بے حد پسند آئے گا۔ وہ ہمیشہ ان کی واپسی پر ان کا خیر مقدم کرنے کے لیے باورچی خانے کی روشنی کھلی چھوڑ دیتی تھی۔ اور اسٹینسلا ہمیشہ کہا کرتا تھا!

"ہاں بھئی، اب ہم واپس پہنچ گئے ہیں۔ اپنے گھر جیسا آرام کہیں نہیں ملتا۔ کیوں، کہیں نہیں ملتا ہے، گھر جیسا آرام؟"

یہ بات وہ پولستانی زبان میں کہا کرتا تھا۔ ہیلن نے محسوس کیا تھا کہ اسے اچانک اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ دنیا کے تمام گھر بالکل ایک جیسے تھے۔ خواہ پرانے ملک میں ہوں، یا نئے ملک میں۔ علاوہ ازیں کہ یہ احساس عافیت کا اظہار صرف مادری زبان میں ہی ممکن تھا۔

(۱۲)

ہیلن اپنے سینڈوچز اور عمدہ قسم کی گرم گرم چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ اس کے خیالات بوسٹن کے عجیب و غریب نظاروں سے سیراب ہو رہے تھے۔ جب لان پار کر کے مقامی پولس کے دو سپاہی اس کے پاس پہنچے تو وہ اپنی محویت کے باعث دہشت زدہ سے زیادہ حیرت زدہ رہ گئی۔ وہ پڑوس میں استاشیہ کے مکان سے آرہے تھے ہیلن کو جان اور استینسلا، کسی انجان لڑکے اور کتوں کے ٹرک سے متعلق کچھ بتانے سے پہلے انہیں بادل ناخواستہ استاشیہ سے بھی ملنا پڑا تھا۔

"تو تمہیں اس لڑکے کے متعلق کچھ نہیں معلوم؟" ایک سپاہی نے ہاتھ میں تھامی ہوئی نوٹ بک پر نظر جمائے، بڑی بے دلی سے پوچھا۔" اس لڑکے کے متعلق ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ وہ ایک لڑکا تھا، پتلا دبلا، گورا چٹا، اور اس کی عمر نو دس برس سے زیادہ نہیں تھی۔ اس پر کہیں کوئی ایسا نشان بھی نہیں ہے جس سے پتہ چل سکتا ہو کہ وہ کون ہے ـــ اور اس کی سائیکل، اگر وہ واقعی اسی کی ہے۔ تو وہ بالکل چکنا چور ہو گئی ہے۔ ہم اس لڑکے کے بارے میں عجب تشویش میں مبتلا ہیں۔"

"نہیں، مجھے اس کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں۔" ہیلن نے بڑی دشواری سے کہا۔" شاید انھوں نے کسی کی مدد کرنے کے لئے اپنے ساتھ بٹھا لیا ہو گا۔ میرا شوہر چھوٹے بچوں سے بہت

پیار کرتا تھا۔ لیکن اس لڑکے سے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

یہ بات اس نے روتے ہوئے نہیں کہی تھی۔ نہ جانے کیوں اس نے رونا مناسب نہیں سمجھا۔ اسے یہ بات اور بھی عجیب معلوم ہوئی کہ اسے اسٹینسلا سے زیادہ اس کم عمر لڑکے کا ملال تھا۔ اسٹینسلا اب اس دنیا میں نہیں تھا اور جو پُراسرار طور پر ایک ایسی سڑک پر مرا تھا، جو بوسٹن کی جانب بالکل نہیں جاتی تھی، بلکہ اس سڑک سے خاصے فاصلے پر واقع تھی۔ یہ حادثہ اس مغربی سڑک پر ہوا تھا جو گھر کی جانب آتی تھی۔"

بوسٹن کا سفر

جان اور اسٹینسلا کو بوسٹن کے سفر میں بڑا لطف آتا تھا۔ نوجوانی کے زمانے میں وہ اس قسم کی مہم کو خوش حالی اور کامیابی کی ضمانت سمجھتے تھے۔ اپنی پیداوار کو لے جانا اور فروخت کرنا، نیوہیمپ شائر کے مغربی علاقوں کے بالائی حصوں، جیسے وڈ درلاز کے مقامات سے آنے والے کسانوں سے بے تکلف ملاقاتیں بھی مہم کا عطیہ تھیں۔

لیکن اب ان کی عمر زیادہ تھی، اور خوش حالی کے وہ خواب حقیقت بن چکے تھے۔ اب بوسٹن مارکیٹ کا یہ سفر معرکہ کی بجائے محض عام سا کام بن کر رہ گیا تھا۔ لیکن اس سفر کے لطف میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

اکتوبر کے اس سفر سے انہیں کدوں کے ذریعہ منافع کمانا مقصود نہیں تھا بلکہ وہ اس سفر کے ذریعہ سکون اور طمانیت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ پرانی ملاقاتوں کی تجدید اور تبادلۂ خیال کے خواہش مند تھے۔ انہیں ان کسانوں سے سردیوں کے متعلق اور موسم بہار کے منصوبوں پر گفتگو کرنی تھی، جن سے صرف مارکیٹ میں ہی ملاقات ہو سکتی تھی۔ ایک ستم ظریفی یہ تھی کہ کدوں کا اندازہ مندا تھا۔ ان کے وزن اور سائز کی وجہ سے، اور اس باعث دام گر گئے تھے کہ اب بیشتر خواتین بڑی ہوشمندی کے ساتھ برف میں لگے ہوئے کدو پسند کرتی تھیں۔

یہ بہت مزے دار پکتے تھے، اور آسانی سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ تازہ کدو ہیں یا برف میں لگے ہوئے باسی۔

"کدوؤں کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو چھیل کر، بھرتا بنا کر بھاپ سے کیوں پکاتے ہیں۔؟" ہیلن نے اسٹینسلا سے دریافت کیا تھا، "یہ تو بالکل فضول حرکت ہے۔"

اور جیسا کہ ہر معقول آدمی اسے تسلیم کرے گا، یہ واقعی فضول حرکت تھی۔

(۲)

تاہم بوسٹن کی مارکیٹ میں آمدنی کم ہونے کے باوجود بھی کوئی نہ کوئی اپنے دستر خوان کے لئے کدو ضرور پسند کرتا تھا، اور ان کا یہ سفر ہمیشہ بے فکری سے طے ہو جاتا تھا۔ وہ نئی بنی ہوئی سڑک پر ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ٹرک کو دوڑاتے تھے۔ سفر میں انہیں یہ اطمینان بخش احساس رہتا تھا کہ انھوں نے اپنی فصل کاٹ لی ہے، ان کا تمباکو خشک ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنے مکان کی قیمت ادا کر دی ہے، اور ان کا بنک بیلنس، موسم خزاں اور سردیوں کی ضروریات کے لئے بہت کافی ہے۔ اور پھر ان کی پرانی دوستی تھی۔ دونوں نے سخت محنت کی تھی۔ دونوں کا ایک سا پس منظر تھا، جس سے دونوں خوب واقف تھے۔ اس پس منظر کے باعث ان کے تعلقات میں ایک ایسی قدر مشترک موجود تھی، جو مختلف ماحول کے لوگوں میں نہیں ہو سکتی تھی۔ مثال کے طور پر کوئی آئرستانی، جو خواہ اپنے سرسبز جزیرے میں کبھی واپس گیا ہو یا نہ گیا ہو، انگلستانی

پس منظر سے تعلق رکھنے والے کسی امریکی کسان سے اتنی آسانی سے بات چیت نہیں کر سکتا تھا۔ جیسے اسٹینلے مالیک۔ اور جان نر نو کر تے تھے۔

ان دونوں کے علاوہ اب بہت کم لوگ اس سے واقف تھے کہ وہ اپنی پیدائش اور نسل کے اعتبار سے پولستانی ہیں۔ لیکن انہیں اس کا علم تھا جب کبھی بوسٹن کے اس سفر جیسے کسی طویل سفر میں کوئی شام ایک ساتھ گزارتے، تو دوران گفتگو وہ احساس تشکر کے ساتھ اس کا اعتراف کیا کرتے تھے۔ خواہ وہ اپنی عام روش کے مطابق انگریزی میں بات چیت کریں، یا جس طرح وہ انتہائی فخر کے ساتھ خود کو امریکی تصور کرتے تھے، اسی طرح خود کو امریکی شہری سمجھیں، لیکن وہ پولستانی ہونے کا اعتراف ضرور کرتے تھے۔ ان کے وطن کے کھیت، چھوٹے چھوٹے اور گنجان آباد پولستانی دیہات، لڑکپن کے زمانے کی رسمیں اور عادتیں، امریکہ آنے کے خواب، یہ سب چیزیں ان کے درمیان ایک ناقابل شکست بندھن کی صورت اختیار کر گئی تھیں۔

ممکن ہے وہ ایک بار بھی وطن واپس جانے کے خواہش مند نہ ہوں، تاہم یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اپنے وطن کو بھول چکے ہیں۔ دونوں کے ذہن میں ہمیشہ وطن کی یاد تر و تازہ رہتی تھی۔ وطن کا یہ تصور کبھی مجروح نہیں ہوتا تھا، اور کچھ ایسے عجیب انداز سے ان کی ہمت بندھانے میں اور طمانیت حاصل کرنے میں معاون ہوتا تھا، جس کی تشریح ممکن نہیں ہو سکتی۔ یہ تصور زمین کے کسی ایسے زرخیز خطّے کی طرح تھا، جس میں کسی اہتمام اور کاشت کے بغیر مسلسل فصل اُگتی رہتی تھی۔"

(۳)

اس وقت اکتوبر کی چمکتی ہوئی دھوپ میں تیز رفتاری کے ساتھ بوسٹن کی جانب بڑھتے ہوئے انھوں نے وطن کے قدیم دور کے متعلق گفتگو شروع کر دی ان فصلوں کے متعلق، جن کی انھوں نے آبیاری کی تھی، اور جنہیں کاٹا تھا، زراعت کے ان بے تکے طریقوں کے متعلق جنہیں انھوں نے وطن میں اختیار کر رکھا تھا۔

"ہم وہاں اپنے وطن میں تمباکو بھی تو اگا سکتے تھے۔" اسٹینسلے نے کہا: "میں نے اکثر اس بارے میں سوچا ہے۔ وہاں کافی لمبے عرصہ تک برف باری بھی ہوتی ہے، اور بہترین منڈیاں بھی موجود ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ وہاں کسی کو تمباکو کی کاشت کا خیال کیوں نہیں آیا۔"

"میرا خیال ہے پرانی جگہوں کے لوگ نئے ذرائع کے متعلق نہیں سوچا کرتے۔" جان نے کہا۔

"درست ہے۔" اسٹینسلے نے کہا: "گاؤں بھی پرانے اور لوگ بھی اگلے وقتوں کے۔ وہ بھلا نئے ذرائع کے متعلق کیسے سوچ سکتے ہیں! وہ بہت سی دوسری چیزوں کے متعلق تو سوچتے ہیں، لیکن نئے خیالات کا ان کے یہاں گزر ہی نہیں ہے۔ اگر ہم سالہا سال تک آلو ہی اگاتے رہیں تو آلوؤں کے متعلق سوچ سکتے ہیں، اور اس کے ساتھ جانوروں کے لئے جئی، اور جو کے متعلق یا روٹی کے ٹکڑوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔ یہ پادری اور اس کے تلے ہوئے انڈوں جیسی ہی بات ہے مثلاً وہ دوسری طرح پکے ہوئے انڈے کو بھی پسند کر سکتا ہے، لیکن

یہ بات ایک قدیم ملک میں رہنے والے لوگوں کے ذہن میں آتی ہی نہیں وہ تو اپنی لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ زمین کے لئے آلو، پادری کے لئے تلے ہوئے انڈے، گرجا جانے یا کبھی کبھار کے علاوہ پہلی برف باری تک ننگے پاؤں رہنا ــــ وہی پرانی چیزیں، اور وہی پرانے انداز۔"

"بعض اوقات ایسی رسمیں اچھی لگتی ہیں" جان نے کہا۔ "کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے"، اسٹینسلے نے کہا۔

"یہ رسمیں آدمی کو اپنے ماحول کا احساس دلاتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں وہ لوگ صحیح ہیں۔ بعض اوقات نئے رسم و رواج کو اختیار کرنے سے انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں، جب میں پہلے پہل اس ملک میں آیا تھا، کوئی بھی چیز مجھے یقینی اور حقیقی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس نئے ملک میں مجھے بعض خلاف توقع چیزوں سے سابقہ پڑنے والا تھا، جن کا مجھے عادی ہونا تھا۔ مثلاً نئی قسم کی کھاد۔ اگر ہم نے زندگی بھر گوبر کو ہی کھاد کے طور پر استعمال کیا ہو، ہر جانور کے فضلے کو۔ تو ایسی صورت میں ہم ایک تھیلے میں بھری ہوئی بہترین کھاد کو دیکھ کر حیران اور کچھ پریشان رہ جاتے ہیں۔ اگر ہم اپنی ابتدائی عمر میں ہی یہاں نہ آگئے ہوتے، تو یہاں کی چیزیں ہمیں اور کبھی زیادہ پریشان کن معلوم ہوتیں۔ کیوں، کیا خیال ہے تمہارا۔؟

"ہو سکتا ہے۔" جان نے صرف اتنا ہی کہا۔

"اب میری ماں کو ہی لو" اسٹینسلے نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ یہاں کی چیزوں سے کبھی مانوس نہیں ہو سکی۔ لہذا اسے ہمیشہ وطن کی یاد ستاتی رہی، بعض اوقات میں اسے باورچی خانے کی کھڑکی کے

پاس رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھے بنائی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، یا یونہی صحن میں گھومتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ میں سمجھ جاتا ہوں کہ وہ رو رہی ہے کبھی کبھی ایک آنسو اس کی بنائی پر ٹپک جاتا ہے۔ میں ہیلن سے پوچھتا ہوں کہ اسے آخر کیا تکلیف ہے؟ ہیلن بتاتی ہے کہ شاید اسے گھر یاد آرہا ہے۔ ہیلن کہا کرتی ہے پرانی وضع کے لوگ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہونا پسند نہیں کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا اندازہ ٹھیک ہے۔''

''ہو سکتا ہے۔'' جان نے دوبارہ کہا۔

''ہیلن بڑے وثوق کے ساتھ کہتی ہے کہ اسی وجہ سے میرے باپ یہاں زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہے۔ انہیں جانوروں کی جگہ مشینوں سے کام لینا پسند نہیں تھا۔ چلتی ہوئی مشینوں سے انہیں ڈر لگتا تھا۔ وہ واقعی مشینوں سے گھبراتے تھے۔ ان کے خیال میں مشین وقت کی بچت کا نہیں، بلکہ سخت محنت سے گریز کا بہانہ ہے۔ انہیں تو درانتی اور بیلوں کی جوڑی ہی چاہیئے تھی۔ وہ اسی طرح بیلوں کے پیچھے چلنا چاہتے تھے۔ یہاں نہ وہ بیلوں کو اپنی زبان میں ''ہٹیں، کسو، بائیں'' کہہ کر ہنکا سکتے تھے، نہ انہیں آنکس سے کچو کے لگا سکتے تھے۔ ہیلن کہتی ہے کہ میرے باپ کو کوئی بیماری نہیں تھی۔ ایک رات، بستر میں سوتے ہوئے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ صبح کو جب ہم نے ان کی آواز نہ سنی تو میں اور ہیلن دونوں اوپر گئے۔ ہم نے انہیں بستر میں مردہ پایا۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، جیسے انہیں جاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اگر ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاتے، اور ہمارے پاس اپنے کھیت ہوتے تو ہم اپنے بزرگوں کو

یہاں نہ لاتے۔ ممکن ہے وہ اپنی درانتی، اپنے بیلوں اور کھیتوں سے ہی آسودہ ہو جاتے۔ میں اکثر بڑے تعجب کے ساتھ سوچا کرتا ہوں کہ کیا وہ وطن میں زیادہ خوش نہ رہتے۔"

"ہو سکتا ہے"، جان نے تیسری مرتبہ بھی صرف یہی کہا۔ وہ اس وقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اسٹینلے کے برعکس وہ بہت کم گو تھا اور بات کو طول دینا پسند نہیں کرتا تھا۔

(۴)

صرف اسٹینلا ہی بات کر رہا تھا۔ اسے جان کو سامع بنا کر پرانے رسم و رواج کے متعلق تفصیل سے گفتگو کرنے میں بڑا مزا آتا تھا۔ وہ قدیم طور طریقے جو اب یقیناً فرسودہ ہو چکے تھے۔ لیکن وہ ہمیشہ ان کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ بہت عرصے پہلے کی باتیں تھیں، جب وہ ہنسوں کو دیکھتے رہتے تھے، یا مویشی چراتے تھے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ نو برس کی تھی۔ وہ ان چیزوں کے متعلق گفتگو کرتے کہ کس طرح وہ صبح سے شام تک کام کرتے تھے۔ کام کرتے کرتے کس طرح تھک جاتے تھے، ٹانگیں اکڑ جاتی تھیں۔ کبھی کبھار پیر کے دن قریب کی منڈی میں گزارے ہوئے دنوں کا قصہ، جہاں خوب جانے پہچانے قریب ترین پڑوسی بھی اپنے بہتر کپڑوں کی وجہ سے اجنبی معلوم ہوتے تھے۔ رات کو گھر واپس پہونچ کر کس طرح روٹی اور شوربے کا لطف اٹھاتے تھے، اور اس شوربے کے ساتھ کبھی کبھی انہیں خاص نعمت کے طور پر بام مچھلی کا ایک ٹکڑا بھی مل جاتا تھا۔ کس طرح وہ بام مچھلی کا شکار کرتے تھے۔ وہ مچھلیاں جو

دریاؤں اور ندیوں میں سے سیلاب کے پانی کے ساتھ آکر جھیلوں اور تالابوں میں جمع ہو جاتی تھیں، ان کے بدصورت اور چپٹے سر، ان کے لمبے اور کپکپاتے ہوئے جسم، دھات کی ناندوں میں انہیں سکھانا، تاکہ وہ سردیوں کے طویل موسم میں بھی ٹھیک رہیں۔ یہی وہ تمام پرانے طور طریقے اور وہ عادتیں تھیں، جنہوں نے ان کے ماضی کو حیرت انگیز طور پر مستحکم اور قابل اعتماد بنا دیا تھا اپنے اس ماضی کے ذریعہ انہیں حال سے مطمئن ہونے کا ایک نرالا احساس حاصل ہوا تھا۔ وہ دونوں اپنے اس ماضی کے باعث ہی اس پر انتہائی مسرور تھے کہ وہ دو ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں، دو طرح کی زندگیوں سے آشنا ہیں — ایک وہ جو پرانی تھی، اور ایک وہ جو نئی تھی۔

"بعض اوقات مجھے تعجب ہوتا ہے" اسٹینسلے نے کہا۔ اب بوسٹن کے نشانات نظر آنے شروع ہو گئے تھے، لیکن ابھی وہ کئی میل دور تھے۔

"ہم پر جو کچھ بیتنے والی تھی، اگر ہمیں اس کا اندازہ ہو جاتا تو کیا ہم یہاں آنے کا ارادہ ترک نہ کر دیتے! میں تو ہمیشہ یہی یقین کر لیتا ہوں کہ ایسی صورت میں میں تو ہرگز نہ آیا ہوتا۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ میں نے اپنے والدین کو بھی نہ آنے دیا ہوتا۔ اس وقت تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ میں اپنے والدین کو ایک نئی اور بہتر زندگی سے ہم کنار کر رہا ہوں لیکن یہاں آنے کے بعد، میں یہی سوچتا رہا ہوں کہ میں نے ان کو جڑ دں سے اکھاڑ دیا۔"

"کبھی کبھی مجھے یاد آتا ہے کہ اس وقت نیو یارک مجھے کیسا لگا تھا۔ اس وقت اگرچہ اتنی بڑی بڑی عمارتیں نہیں تھیں، لیکن اس کے باوجود بھی میں گھبرا گیا تھا۔ میری حالت کسی ایسے پولستانی بچے کی سی تھی جو اپنا

راستہ بھول گیا ہو۔ اور جیسے زندگی بھر اپنے گھر کا راستہ نہیں مل سکتا تھا۔ بخدا، میرے تو ہوش اڑ گئے تھے۔ میں کس قدر خوف زدہ تھا! مجھے انگریزی کے صرف تین حرف ہی آتے تھے، خدا، خوش، رکھے، یہ الفاظ مجھے محترم بزرگ نادر پولیشنک نے سکھائے تھے۔ خدا ان کی روح کو جنت نصیب کرے۔ لیکن صرف یہ الفاظ میرے کیا کام آ سکتے تھے، اور مجھے تو بس یہی کہنا آتا تھا۔ خدا خوش رکھے۔ ان کے علاوہ مجھے انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں آتا تھا۔ بندرگاہ پر میں ہر سوال کے جواب میں صرف خدا خوش رکھے، ہی تو نہیں کہہ سکتا تھا۔ میرے پاس کاغذ کے ایک پرزے پر بیساچہ سٹیس کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ اس پرزے سے پتہ چل جاتا تھا کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ لیکن میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ ایک پرزہ، اور انگریزی کے تین حرف۔

"مجھے ہمیشہ یہ بات یاد رہتی ہے کہ وہاں بندرگاہ پر ایک شخص نے مجھ پر کس قدر احسان کیا تھا۔ اس نے مجھ سے پولستانی میں کہا تھا" اگر تم چند منٹ انتظار کرو تو میں تمہیں اسٹیشن لے چلوں گا، اور تمہیں وہاں کی گاڑی میں بٹھا دوں گا جہاں تمہیں جانا ہے"۔ وہ آدمی کیراکو کے قریب پیدا ہوا تھا۔ اسی لئے اسے پولستانی آتی تھی۔ اور تم یقین کرو یا نہ کرو، وہ مجھے ان تمام سڑکوں پر گھماتا ہوا اسٹیشن لایا تھا، جن پر اگر میں اکیلا چلتا تو میرے چھکے چھوٹ جاتے۔ میں دعا نہیں مانگتا ہوں، لیکن ہیلین زندگی میں ہر شام اس شخص کے لئے دعا مانگتی ہے۔ حالانکہ میری طرح اسے بھی اس آدمی کا نام تک معلوم نہیں ہے، اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ میں نے سنا تھا کہ امریکی پردیسیوں سے بڑی

ہمدردی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ لیکن مجھے کبھی یہ توقع نہیں ہوئی تھی کہ ایک امریکی، ایک خوف زدہ پولستانی لڑکے کے لئے اتنا کچھ کرے گا!

"تم نے پہلے بھی یہ واقعہ سنایا تھا۔" جان نے کہا۔

"ہاں، لیکن تمہیں یہ پھر سننا پڑے گا۔ جب کبھی میں اپنے ماضی کے متعلق سوچتا ہوں کہ میں یہاں کس طرح آیا، اور کس طرح میں نے بورادسکی کے یہاں دس ڈالر فی ہفتہ پر اور اس کے غلّے کے گودام میں ایک چارپائی کے عوض کام کیا تھا، ایسے موقع پر مجھے ہمیشہ یہ واقعہ یاد آتا ہے۔ میرے یہاں آنے کے دو ہفتے بعد تم بھی آگئے تھے۔ اس وقت تم نے وِٹسکو کے یہاں ملازمت کی تھی۔ تب ہم دونوں ہی ملازم تھے۔ تمہیں یاد ہو گا، اس وقت ہمیں صرف آٹھ گھنٹے ہی کام نہیں کرنا پڑتا تھا، بلکہ صبح کی پہلی کرن سے شام کو اس وقت تک کام کرنا پڑتا تھا، جب آخری گاڑی کے اوپر سے بھی جوا اتار لیا جاتا، اور وہ سو جاتی۔ تب ہمیں تقریباً اٹھارہ گھنٹے محنت کرنی پڑتی تھی۔ ہمارا تمام جسم پھوڑا بن جاتا تھا، پٹھے اکڑ جاتے تھے۔ میں سوچا کرتا تھا کہ وطن میں مجھے بہت سخت محنت کرنی پڑتی تھی۔ اور خدا جانتا ہے، میں نے وہاں واقعی بہت محنت کی تھی۔ لیکن یہاں آکر مجھے اور بھی زیادہ مشقت کرنی پڑی۔ پھر بھی یہاں اس کا آسرا تھا، اور محنت کا معاوضہ بھی ملتا تھا۔ وطن میں تو کسی قسم کی آس ہی نہیں تھی، اور وہاں محنت کرنے سے کوئی خاص معاوضہ بھی حاصل نہیں ہوتا تھا۔ جب یہاں میری جیب بھرنی شروع ہو گئی تو مجھے اپنا دکھتی ہوئی ہڈیوں کی پرواہ نہ رہی۔"

اس نے احساسِ مسرت کے ساتھ اپنی ٹانگیں پھیلا دیں۔ جان ٹرک

جلاتے میں مصروف تھا۔ اس لئے اسٹینسلا اس کے برابر آرام سے بیٹھ سکتا تھا، اور رخشندگی کی آماجگاہ بنے ہوئے درختوں کا نظارہ کر سکتا تھا۔ وہ اطمینان کے ساتھ اس پر غور کر سکتا تھا کہ ہیلن کے اچھی طرح استری کئے ہوئے نئے پتلون میں اور صاف ستھری نیلی قمیص میں وہ کیسا لگ رہا ہے، اور وہ کتنا خوش نصیب ہے۔

"میں تو کہوں گا کہ ہم نے اچھا ہی کیا، جان"، اس نے فخریہ لہجے میں کہا۔"

"بہت اچھا کیا۔" جان نے کہا۔

"ہیلن اور استاشیہ کبھی ہماری بہترین رفیق ثابت ہوئیں۔ ہماری طرح وہ کبھی یہاں کے لئے اجنبی تھیں، اور یہاں آکر ان کے کبھی ہوش اڑے ہوئے تھے۔ لیکن انھوں نے کسی دوسرے گھر میں باورچی خانے کا کام کاج کرنے سے احتراز نہیں کیا۔ انھوں نے کبھی محنت کر کے ہمارا ہاتھ بٹایا۔ یاد ہے نا تمہیں، کس طرح انھوں نے ان بڑے امریکی گھرانوں میں دن رات محنت کی تھی! کیسے انھوں نے میز پہ کھانے لگانے کا سلیقہ اور نئی نئی قسم کے کھانے پکانے سیکھے تھے! کس طرح انگریزی بولنی سیکھی، اور کیسے اپنے کپڑوں کو امریکی طرز کے مطابق بنایا تھا۔ اور وہ صرف پانچ ڈالر فی ہفتے کے لئے ساری محنت کرتی تھیں۔ اس وقت اب سے چالیس برس پہلے تو یہ بہت بڑی رقم تھی۔ اب ہم سب ایزی اسٹریٹ پر رہتے ہیں۔ نمبر ایک ایزی اسٹریٹ پر۔ کیوں کبھٹی، آج سے دو ہفتے بعد ہم اپنی عورتوں کو بھی تفریح کی مہلت کیوں نہ دیں؟ انہیں اپنے ساتھ لائیں؟ انہیں بوسٹن کی سیر میں بڑا مزا آئے گا، بتاؤ کیا

خیال ہے تمہارا۔؟"

"مجھے منظور ہے۔" جان نے کہا۔

"ہیلن تو یہ سن کر خوشی سے دیوانی ہو جائے گی۔" اسٹینیلے نے کہا۔ مجھے یاد نہیں، کب وہ گھر سے باہر گئی تھی۔ یہ خبر سنتے ہی وہ برتنوں کی الماری کے نیچے ایک کاپی رکھ لے گی، اور اس پر لکھتی رہے گی کہ اسے بوسٹن میں کیا کیا خریدنا ہے۔ مجھے امید ہے، وہ دونوں ہمارے ساتھ بوسٹن آنے کی دعوت پر بہت ہی خوش ہوں گی۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" جان نے کہا۔ اس کے بعد دونوں کافی دیر تک خاموش رہے۔ اس دوران میں اسٹینیلے نے گفتگو اور خاموشی کے فلسفے پر غور کیا، اور پھر جان سے کہا۔

"جب کبھی میں ہیلن کے لئے کوئی اچھا کام کرتا ہوں، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اس کے ساتھ محبت کا سلوک کر رہا ہوں۔ تم جانتے ہو، ایک وقت ایسا بھی گزرا تھا، جب ہیلن کے ساتھ میرا برتاؤ اچھا نہیں تھا۔ میں ایک دوسری لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا، اور میں نے کچھ ایسی حرکتیں کیں جو مجھے نہیں کرنی چاہیئے تھیں۔ یہ کئی برس پہلے کی بات ہے۔ وہ دور تو بیت گیا، لیکن اس واقعہ سے میرا ذہن آج تک مکدر رہے۔ ہیلن کو اس عشق کے متعلق سب کچھ معلوم تھا، لیکن وہ مجھ سے روٹھی نہیں۔ اب تو وہ سب باتیں محو ہو چکی ہیں، اور میں ہیلن کے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کرتا۔ میں اس سے بہت ہی رحم دلی کے ساتھ پیش آتا ہوں۔ سمجھتے ہو نا، میں کیا کہہ رہا ہوں۔؟"

"ہاں، میں سمجھتا ہوں۔" جان نے کہا۔

(۵)

ان کا ٹرک، روٹ نمبر ۱۲۸ کی جانب جانے والی سڑک کے موڑ کے قریب پہونچ گیا تھا۔ اس وقت ان کی نظر اس لڑکے پر پڑی۔ وہ لڑکا مشرق سے مغرب کی جانب جانے والی سڑک کے درمیان، گھاس کی پٹی پر چت لیٹا ہوا تھا۔ وہ انتہائی کمزور تھا۔ اور اس کا چہرہ ستا ہوا اور سفید تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر اس کی سائیکل پڑی ہوئی تھی اسٹینلے نے دیکھا کہ اس کی سائیکل کے دونوں ٹائر چپٹے تھے، اور لڑکا تھکا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ دس برس سے زیادہ کا نہیں تھا، اور اس کے مضطرب اور پیلے پڑے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اسٹینلے پریشان ہو گیا تھا۔

"ہمیں ٹرک کو کنارے لگا کر روک دینا چاہیے۔" اس نے جان سے کہا۔ "یا پھر اگلے موڑ سے واپس آنے والی سمت میں آجاؤ۔ لڑکا بیمار معلوم ہوتا ہے۔"

جان نے پیچھے سے آتی ہوئی دو تیز رفتار کاروں کے گذرنے کا انتظار کیا، پھر اس نے پہلے موڑ سے ٹرک کو بائیں جانب موڑ لیا، اور گھاس کی لمبی پٹی کے پاس پہونچ گیا۔ پھر وہ دونوں ٹرک سے نیچے اتر آئے اور اس کم سن لڑکے کے پاس چلے گئے۔

"کیا ہوا، بیٹے؟" اسٹینلے نے لڑکے سے پوچھا۔ "معلوم ہوتا ہے تم تھک گئے ہو۔ تمہیں لفٹ چاہیے؟ کیا تم کبھی بوسٹن جا رہے ہو؟"

لڑکا بڑی دشواری کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"نہیں، مجھے لفٹ نہیں چاہیئے۔ لڑکے نے کہا۔ میں نے اپنے استاد سے شرط لگائی ہے کہ میں بوسٹن تک سائیکل پر جا سکتا ہوں۔ میں سیدھا کامن ویلتھ اسٹریٹ سے ارلنگ ٹن اسٹریٹ جارہا ہوں۔ میرے استاد نے بتایا ہے کہ وہاں ایک سپاہی ہے، میری جیب میں ایک کاغذ رکھا ہوا ہے، اگر میں نے اس کاغذ پر اس سپاہی سے ثبوت کے طور پر دستخط کرا لیے تو میں شرط جیت جاؤں گا، اور اپنے استاد سے پانچ ڈالر کا ایک نوٹ لے لوں گا۔ پانچ ڈالر بہت ہوتے ہیں۔ میں کچھ دیر میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ مجھے لفٹ نہیں چاہیئے، شکریہ! میرا ماسٹر کہتا ہے کہ میں سائیکل پر یہ فاصلہ طے نہیں کر سکتا۔ لیکن میں کر سکتا ہوں۔ ذرا میں دم لے لوں، اور ٹھیک ہو جاؤں، پھر میں سیدھا بوسٹن کے لیے چل پڑوں گا۔ وہاں پہونچ کر سائیکل میں ہوا بھرواؤں گا۔ اور پھر واپس چل پڑوں گا۔"

"اس سائیکل پر تم یہ فاصلہ طے نہیں کر سکو گے"، اسٹینلے نے کہا۔ سوال صرف ٹائروں میں ہوا بھروانے کا ہی نہیں ہے بیٹے۔ اگلا ٹائر تو بالکل بے کار ہو چکا ہے۔ اس میں ہوا نہیں بھروائی جا سکتی۔ یہ تو بالکل ربڑ کی پٹی بن گیا ہے۔ اور تمہاری چین بھی لپٹ لپٹ کر گولہ بن گئی ہے کہاں رہتے ہو تم، بیٹے۔؟"

"اسٹوربرج۔" کم سن لڑکے نے جواب دیا: یہاں سے کافی دور پیچھے۔"

"اسٹور برج..." اسٹینسلے نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ "کیا اس سائیکل کو اسٹور برج سے خود چلاتے ہوئے آئے ہو۔؟ تبھی تو تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔"

"میری حالت قطعاً خراب نہیں ہے۔" لڑکے نے کہا۔

"میں ذرا دم لے لوں، پھر ٹھیک ہو جاؤں گا۔ بالکل تر و تازہ ہو جاؤں گا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" اسٹینسلے نے پوچھا۔

"ریمن اس کی تبسکی۔" لڑکے نے جواب دیا۔

"ارے، کمال ہے!" اسٹینسلے نے کہا۔ "خوب، تم بھی پولستانی ہو! ممکن ہے تم میرے رشتے دار ہو۔ اس میں مجھے ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے کیونکہ شادی سے پہلے میری ماں کا نام بھی اس کی تبسکی تھا۔ اب تم بتاؤ، اس بارے میں تم اور کیا جانتے ہو۔؟"

"میں خود کو پولستانی نہیں سمجھتا،" لڑکے نے کہا، "میرے تمام رشتہ دار یہیں پیدا ہوئے تھے۔ ہم اب خود کو پولستانی نہیں کہتے۔ ہم تو امریکی ہیں۔"

"تو کیا تم پولستانی بالکل نہیں جانتے؟" اسٹینسلے نے سوال کیا۔

"ایک حرف بھی نہیں۔" لڑکے نے بڑے فخر کے ساتھ کہا۔

"میری ماں اور باپ بھی پولستانی نہیں بولتے۔ وہ دونوں بھی یہیں پیدا ہوئے تھے۔ میری ماں کے پاس پولستان سے پرانے رشتہ داروں کے جو خطوط آتے ہیں، اگر پادری انھیں پڑھ کر نہ سنائے تو ماں انھیں سمجھ بھی نہیں سکتی۔ پادری ایک بار وارسا میں رہ چکا ہے۔ اس لئے وہ پولستانی جانتا ہے۔ وارسا ہی نام ہے نا؟ جہاں وہ

رہتا تھا۔ اس جگہ کا تلفظ وارسا جیسا ہی ہے۔ لیکن مجھے صحیح معلوم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، وارسا ہی ہے۔ اسٹینلے نے کہا۔

"وارسا ہی میرا وطن ہے۔ یا میرے گاؤں سے قریب ترین فاصلے پر واقع شہر کا نام ہے۔ یہ مسٹر ترنووسکی ہیں۔ ہم دونوں ہی وارسا کے پاس کے دیہاتوں کے رہنے والے ہیں۔"

"مزاج شریف! مسٹر ترنووسکی کا لڑکے نے حلیمی سے کہا۔

"تمہیں متلی ہوئی ہے۔ اسٹینلے نے کہا۔ کیونکہ اس نے سڑک کے اوپر متلی کے نشانات دیکھ لئے تھے ؛ بوسٹن کئی میل ہے۔ تم سائیکل پر وہاں تک نہیں جا سکتے۔ یہ سفر اتنا آسان نہیں ہے، جتنا تم نے سمجھ لیا ہے میں تمہاری سائیکل کو اپنے ٹرک پیچھے کدوں کے اوپر رکھ دیتا ہوں اور تم میرے اور جان کے ساتھ آگے بیٹھ جاؤ۔ بوسٹن پہونچ کر یا کسی قریب کی جگہ سے میں تمہیں دو نئے ٹائر دلوا دوں گا، اور چین بھی ٹھیک کرا دوں گا۔ پھر اس طرف آنے والا کوئی اور ٹرک مل جائیگا، جو تمہیں اپنے ساتھ لے آئے گا۔ یا سائیکل ٹھیک ہو جائے تو تم خود سائیکل پر بھی آ سکتے ہو۔ لیکن میرا مشورہ ہے کہ تم سائیکل پر نہ آؤ۔ یہ تم جیسے بچے کے لئے بہت لمبا راستہ ہے۔ یا اگر تمہاری خواہش یہی ہے تو تم ارلنگٹن اسٹریٹ پر اس سپاہی سے دستخط بھی کرا سکتے ہو اگر تم کامن ویلتھ اسٹریٹ پر پہونچ کر اپنی سائیکل پر سوار ہو جاؤ تو اسے کچھ پتہ نہیں چل سکے گا۔ لیکن ایسا تم اسی صورت میں کر سکتے ہو جب ہم بوسٹن پہنچنے سے پہلے تمہاری سائیکل ٹھیک کرا دیں۔"

"نہیں، میں ایسا نہیں کر سکتا" لڑکے نے کہا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"یہ تو بہت اچھا ہے" اسٹینلے نے کہا، جھوٹ بولنا اچھی بات نہیں ہے جھوٹی باتوں سے آدمی کو بعد میں ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔"

لڑکے کا چہرہ اچانک اور بھی سفید پڑ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی طبیعت دوبارہ بگڑ گئی، اور بڑی تکلیف کے ساتھ اسے ابکائی آئی۔ اور اس نے اس گھاس کی پٹی سے لڑکھڑا کر اس جانب قے کر دی، جدھر اس کا رخ ہو گیا تھا۔ اسٹینلے نے اس کے شانے پکڑ لئے، اور جب وہ قے کر چکا تو اسے آرام سے نیچے لٹا دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم بوسٹن جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔" اسٹینلے نے کہا۔ "میرا خیال یہ ہے کہ ہم تمہیں اسی وقت گھر پہنچا دیں۔ اسٹوربرج تک کا سفر، سائیکل کے لئے بہت زیادہ ہے۔ لیکن موٹر کے لئے یہ کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ ہم بوسٹن میں یا اس سے پہلے کسی جگہ تمہاری سائیکل ٹھیک کرا لیں گے، اور جب ہم کل واپس آئیں گے، اس وقت تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔ تم یقین کرو، یہ بالکل نئی ہو جائیگی پھر جس دن تمہاری طبیعت بالکل ٹھیک ہو، اس دن یہ بازی جیتنے کی کوشش کرنا۔ اس وقت تو تمہیں اپنے گھر پہنچنے، اور اپنی ماں کی نگرانی میں آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر تم مجھ سے پوچھو تو میں کہوں گا کہ تم اپنی بساط کے مطابق جتنا کر سکتے تھے، اتنا کر چکے ہو!"

"ٹھیک ہے" لڑکے نے کہا۔ "لیکن میری ماں شاید گھر پر نہیں ہو گی۔" "میرے بوسٹن کے لئے روانہ ہونے سے پہلے، وہ صبح سویرے

ہی گھر سے چل دی تھی۔"

"کہاں؟" اسٹینلے نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" لڑکے نے جواب دیا۔ "وہ ہمیشہ کہیں نہ کہیں چلی جاتی ہے۔ اکثر مجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں گئی ہے۔"

"کیا وہ اکیلی ہی باہر جاتی ہے؟" جان نے لڑکے سے پوچھا۔ جان نے اچانک تند لہجے میں یہ سوال کیا تھا۔ جس پر اسٹینلے اور وہ لڑکا دونوں بھونچکے رہ گئے تھے۔ غالباً وہ خود اپنے بیٹوں کے متعلق سوچ رہا تھا۔ شاید اسے یہ خیال آ رہا تھا کہ جب اس کے بیٹے کم سن تھے، اسوقت استا شنیہ تو انہیں تنہا چھوڑ کر کبھی باہر نہیں گئی تھی۔

"نہیں۔" لڑکے نے کہا: "وہ اکیلی نہیں جاتی ہے۔ کچھ آدمی اسے لینے آتے ہیں، جنہیں میں نہیں جانتا، اور مجھے یہ کبھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں جاتے ہیں۔"

جان ترنووسکی نے جس انداز سے اسٹینسلا مالیک وسکی کو دیکھا اس سے وہ لڑکا جان کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ اس کے زرد چہرے پر رنگ جھلک آیا اور اس نے پرجوش انداز میں ان دونوں سے کہا۔

"لیکن میری ماں مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ آپ یہ نہ سوچیں کہ وہ نیک اور رحم دل نہیں ہے۔ بالفرض اگر وہ مجھے چھوڑ کبھی جاتی ہے، تب کبھی ایسا نہ سوچئے۔ اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، تو وہ یقیناً گھر پر ہی رہتی۔ آپ میری ماں کے متعلق کوئی غلط رائے قائم نہ کیجئے۔"

"ہم کوئی غلط رائے قائم نہیں کر رہے ہیں۔" اسٹینلے نے کہا: "ہم

اس قسم کے آدمی نہیں ہیں جو ماؤں کے متعلق بری باتیں سوچتے ہیں۔ ہم دونوں کی کبھی مائیں تھیں، اور اب ہماری بیویاں ہیں۔ جو خود مائیں بن چکی ہیں۔ اگر تمہاری ماں گھر پر نہ ہو تو کیا ہوا، آخر تمہارا بستر تو ہو گا ہی۔ اور تمہیں اسوقت بستر کی ہی ضرورت ہے۔ اگر تم ہمیں راستہ بتاؤ تو جان اور میں تمہیں ابھی فوراً گھر پہنچا دیں گے۔ اسی لئے ہم واپس جانے والی سڑک پر آگئے ہیں۔ تم اپنے استاد سے میری جانب سے کہہ سکتے ہو کہ تم جیسے معصوم بچے سے ایسی شرط لگانا حماقت ہے۔ کیا آج تمہارا اسکول کھلا ہے؟ اور ہاں اسکول کا کیا ہو گا۔؟"

"انھوں نے مجھے آج کی چھٹی دے دی تھی" لڑکے نے کہا۔ "میں اپنی کلاس کے لڑکوں سے اتنا آگے ہوں کہ میرے استاد نے مجھے ایک دن کی چھٹی دیدی۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ آج مجھے کلاس میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی وجہ سے میں بوسٹن کے لئے چل پڑا۔ انھوں نے کہا تھا کہ منگل کا دن اچھا رہے گا۔ اس دن سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں ہوتی۔"

"ان نئی شاہراہوں پر تو ٹریفک ہمیشہ جاری رہتی ہے۔" جان نے چڑچڑے لہجے میں کہا۔ "اسے ٹرک میں ڈال لو، اسٹینسلا۔ ہم اسے اسٹوربرج چھوڑ آتے ہیں۔"

(۷)

اسٹینسلے نے لڑکے کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اسے تعجب ہوا کہ کوئی لڑکا خواہ کتنا ہی کم عمر کیوں نہ ہو، اس کا وزن اتنا کم بھی ہو سکتا ہے۔ اسٹینسلے نے اندازہ لگایا کہ یہ لڑکا صرف چمڑی اور ہڈیوں کا مجموعہ

ہے۔ اس کا وزن چالیس یا پچاس پونڈ سے زیادہ نہیں تھا۔

وہ تینوں ٹرک کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے، اور سائیکل کو زرد اور سبز کتھڑوں کے اوپر ڈال دیا۔ اسٹینسلے لڑکے کو اپنے بازوؤں میں ہی لیئے رہا، اور اسے اپنی گود میں لٹا کر، بائیں بازو کو خم دے کر لڑکے کے سر کے نیچے تکئے کے طور پر رکھ دیا۔

"اب تمہیں متلی ہو تو گھبرانا نہیں، بیٹے۔ اس نے لڑکے سے کہا۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، آج صبح جب ہم گھر سے چلے تھے، اسوقت میری بیوی نے کچھ فاضل رومال میری جیب میں رکھ دیے تھے۔ اس لیے ہمارے پاس انتظام ہے۔ جب تمہارا جی متلائے، قے کر دینا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب مجھے متلی نہیں ہوگی" لڑکے نے کہا۔ اب تو میں بس غنودگی اور تکان محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں شرط نہیں جیت سکا۔ ان پانچ ڈالروں کی بے حد خواہش تھی۔ زندگی میں میرے پاس کبھی اپنے ذاتی پانچ ڈالر نہیں ہوئے۔"

"تم اس رقم سے کیا خریدنا چاہتے تھے؟" اسٹینسلے نے پوچھا۔ اسٹینسلے نے کسی قدر مضطرب ہو کر سوچا کہ اب اسے ٹرک چلانا چاہیئے۔ لیکن اسے یہ یقین نہیں تھا کہ جان اس کم سن لڑکے کو اپنی گود میں بٹھائے گا۔ علاوہ ازیں وہ اپنے بازو پر رکھے ہوئے لڑکے کے سر اور اپنے آغوش میں پھیلی ہوئی اس کی نازک سی برہنہ ٹانگوں کے بوجھ سے ایک عجیب سی مسرت محسوس کر رہا تھا۔ اسے یاد نہیں آ سکا کہ کبھی اپنے موٹے تازے، تندرست نواسے نواسیوں میں سے کسی کو گود میں لینے سے اسے ایسی مسرت حاصل ہوئی ہو۔ وہ بچے جو کبھی کبھار ہی نچلے بیٹھتے تھے، اور ان کے چہروں پر کبھی سفیدی

یا دہشت یا بیماری کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔

"کتابیں"، لڑکے نے جواب دیا۔ "میرا ارادہ تھا کہ میں اس تمام رقم سے دو کتابیں خریدوں گا۔ میرا ماسٹر کہتا ہے کہ چونکہ وہ اسکول میں پڑھاتا ہے اس لئے اسے کتابیں کم قیمت پر مل سکتی ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس رقم سے میرے لئے دو کتابیں خرید سکتا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے نہیں ہے کہ اس کا اس رقم سے میرے لئے کتابیں خریدنے کا ارادہ ہرگز نہیں تھا کیونکہ میرے خیال میں اسے معلوم تھا کہ میں اپنی سائیکل پر بوسٹن تک نہیں جا سکتا۔"

"تمہارا باپ کہاں ہے؟" جان نے دوسری بار اپنی طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے اچانک سوال کیا۔ "یا تمہارا کوئی باپ ہی نہیں ہے۔؟"

"میرا ایک باپ تھا" کم سن لڑکے نے جواب دیا۔ لیکن کئی برس پہلے، جب میں تقریباً پانچ برس کا تھا۔ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اب وہ کہاں ہے۔ میری ماں کہتی ہے کہ وہ بہت اچھا آدمی نہیں تھا۔ وہ بتاتی ہے کہ اسے کتابیں بہت زیادہ پسند تھیں۔ دوسرے آدمیوں کی طرح کام کاج کرنے کی بجائے وہ ہمیشہ پڑھتا ہی رہتا تھا۔ میری ماں کو میرا ہر وقت کتابیں پڑھنا پسند نہیں ہے۔"

"تم اس کی بالکل پرواہ نہ کرو۔" اسٹینلے نے لڑکے کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کو بھانپتے ہوئے کہا، تمام اچھے آدمی کتابیں پڑھتے ہیں میں سمجھتا ہوں۔ تم واقعی پڑھنے والے لڑکے ہو۔ تمہیں کتابیں اچھی لگتی ہیں نا؟"

"ہاں" لڑکے نے کہا، "میرے پاس میری اپنی چار کتابیں ہیں، اور اگر مجھے صرف دو کتابیں اور مل جائیں تو میں ان کے لئے اپنے بستر کے پاس

ایک عمدہ سی الماری بنا سکتا تھا۔ میرے پاس ایک کتاب ہے، چھوٹے آدمی، جس کے کئی حصے احمقانہ ہیں، اور یہ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کے لئے ٹھیک ہے ایک اور بہت اچھی کتاب ہے، جس کا نام ہے، ہیکل بری فن کے کارنامے، اور ایک بہت ہی عمدہ کتاب (خفیہ باغ) ہے، اور ایک میری پسندیدہ کتاب (بہادر کپتان) ہے۔ میں دو کتابیں اور خریدنا چاہتا ہوں۔ انہیں میں اسٹور برج کی لائبریری میں پڑھ چکا ہوں۔ ان کے نام ہیں (جزیرے کا خزانہ، اور اغوا شدہ)، یہ بہت اچھی کتابیں ہیں، میں انھیں خرید کر رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ جب جی میں آئے انہیں پڑھ سکوں۔"

"میں نے ان کتابوں کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔" اسٹینسلے نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں تمہارے ذہن میں موجود ہیں، ان کے ذریعہ تم ضرور عالم بنو گے۔"

اس نے کھڑکی کو تھوڑا سا کھول دیا، اور اپنے اطمینان کے لیے لڑکے کے سفید چہرے پر نظر ڈالی۔ اس کے چہرے پر سرخی نمودار ہونی شروع ہو گئی تھی۔

"بڑے ہو کر میں خود کتابیں لکھنا چاہتا ہوں۔" لڑکے نے کہا۔ پھر اس نے خود بخود جلدی سے کچھ اس انداز میں ایک سوال کیا، جیسے وہ دو اجنبی آدمیوں کے سامنے اپنا خواب بتانے پر شرمندہ ہو۔

"آپ کو معلوم ہے، یہ ملک پولستان کیسا ہے؟ میری جغرافیہ کی کتاب میں یہ خاکی سے رنگ کی جگہ ہے، جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں، (جمہوریہ پولینڈ)۔"

"ایسا ہی ہے" اسٹینسلے نے کہا۔ "پولینڈ بھی ریاستہائے متحدہ امریکہ

کی طرح ایک جمہوری ملک ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ جمہوری ملک نہیں تھا۔ پرانے زمانے میں یہ بادشاہوں اور رانیوں کا دیس تھا۔ دوسرے ملکوں نے اس پر بہت مظالم ڈھائے، جس کی وجہ سے یہ تباہ ہو گیا، اور اس پر دوسرے ملکوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں ہے، اب یہ ایک آزاد ملک ہے، اور خوب ترقی کر رہا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے۔" لڑکے نے کہا۔ "میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ مجھے پولستانی ہونا پسند نہیں ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ سب لڑکے، جنہیں میں جانتا ہوں، وہ پولستانی یا فرانسیسی یا کچھ اور ہونے کے متعلق نہیں سوچتے ہم تو یہی سوچتے ہیں کہ ہم امریکی ہیں۔ اور ہمارا ماسٹر بھی یہی کہتا ہے کہ ہمیں خود کو امریکی ہی سمجھنا چاہیئے۔"

(۷)

اسٹینلے نے کچھ کہنے سے پہلے لڑکے کو اور زیادہ آرام سے بٹھا لیا۔

"میں تمہارے ماسٹر کے متعلق کچھ زیادہ اچھی رائے نہیں رکھتا۔" اسٹینلے نے کہا۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ تم جیسے کم سن اور کمزور بچے کو سائیکل پر بوسٹن جانے کی اجازت دیتا ہے۔ جہاں تم رہتے ہو، وہاں سے سائیکل پر بوسٹن جانا، نہ صرف تم جیسے کم سن بچے کے لئے، بلکہ بڑے آدمی کیلئے بھی بہت دشوار ہے۔ اور پھر وہ چاہتا ہے کہ تم اپنے بزرگوں کے وطن کو بھی بھلا دو۔ امریکی تو ہم سب ہی ہیں۔ میں خود اور یہ مسٹر ترنوسکی بھی امریکی شہری ہیں، اور ہمیں اس پر ناز ہے۔ ہم بھی دوسرے تمام بہترین امریکیوں کی طرح سے ہی ووٹ دیتے ہیں۔ لیکن ہم کبھی اس سرزمین کو نہیں بھولتے،

جہاں سے آکر ہم یہاں آباد ہوئے ہیں۔ ہمیں پولستان پر بھی ناز ہے، یہ بہت اچھا ملک ہے، اس ملک نے دنیا کو عظیم موسیقار، مصنف اور ایسی ہی دوسری عظیم شخصیتیں دی ہیں۔ تم بڑے ہو کر ان کے متعلق پڑھو گے، اور تب تمہیں بھی پولینڈ پر فخر ہوگا۔"

"کیا آپ کبھی پولینڈ واپس گئے ہیں؟" لڑکے نے پوچھا۔

"نہیں، ہم نہیں گئے۔" جان نے کہا۔

"لیکن ہم نے اسے اپنے ذہن میں بسا رکھا ہے۔" اسٹینلے بولا: "وہ جگہ جہاں کے ہم رہنے والے ہیں، ہمارا وہ مادری وطن ہمارے دل میں بسا ہوا ہے۔ کاش تم میری بات کا مطلب سمجھ سکو۔ کچھ لوگ اس ملک کو بھلا دینا چاہتے ہیں، جہاں کے وہ رہنے والے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں بھی ہماری طرح فخر محسوس کرنا چاہیئے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے، یہ تم اپنے استاد سے کہنا۔ کیا تمہیں یہ باتیں یاد رہیں گی۔؟"

"میں کوشش کروں گا۔" کم سن لڑکے نے کہا: "اور میں اپنے استاد کو یہ بھی بتاؤں گا کہ آپ نے میرے اور میری سائیکل کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا۔"

"ممکن ہے تمہیں معلوم نہ ہو۔" اسٹینلے نے کہا۔ "لیکن پولستانی لڑکوں کو مصیبت زدہ اجنبی لوگوں سے ہمدردی کرنے اور انہیں سہارا دینے کا سبق سکھایا جاتا تھا۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کو پولستان میں ایک قسم کے قانون کا درجہ دیا جاتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ایسے لوگ تمہارے لئے اجنبی ہوں۔ یہ درست ہے کہ اصل قانون کی طرح

یہ بات کتابوں میں درج نہیں ہے۔ لیکن یوں سمجھو کہ یہ ایک قسم کا ایسا قانون ہے جو وہاں کے لوگوں کے دل پر لکھا ہوا ہے۔ جب میں تمہاری عمر کا تھا، تب وارسا کے قریب اپنے گاؤں میں مجھے میری دادی یہ مقولہ یاد کرایا کرتی تھیں ،، جب کسی کو تمہاری ضرورت ہو، اسے کبھی تنہا نہ چھوڑو، یہ ایک پولستانی کہاوت ہے، اور پولستان میں کہاوت کو تقریباً قانون کا سا درجہ دیا جاتا ہے۔ کیا تم اپنی ماں اور اپنے استاد کو یہ کہاوت سنانے کے لئے اسے یاد رکھ سکو گے ؟،،

،، میں کوشش کروں گا ،، لڑکے نے دوبارہ کہا ،، اور مجھے یقین ہے کہ میں یاد رکھ سکتا ہوں۔ میں ایسی اچھی باتیں بہت اچھی طرح یاد رکھتا ہوں۔ لیکن آپ نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ یہ ملک پولستان کیسا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں۔،،

،، بھئی بات یہ ہے کہ صرف اپنی یادداشت سے یہ بتانا مشکل ہے۔،، اسٹینسلے نے کہا ،، لیکن اس ملک کی کچھ باتیں ایسی ہیں، جنہیں میں کبھی نہیں بھولتا۔ یہ سوئٹزرلینڈ جیسا بلند و بالا پہاڑوں کا ملک نہیں ہے۔ لیکن اس میں بے شمار نفیس اور آسودگی بخش کھیت ہیں۔ بہت سے دریا ہیں۔ وہاں کے سب سے بڑے دریا کا نام دستولہ ہے۔ میں اور یہ مسٹر ترنووسکی جس جگہ پیدا ہوئے تھے، یہ دریا اس کے قریب ہی واقع ہے۔،،

،، میں نے اس دریا کا ذکر سنا ہے ،، لڑکے نے کہا ،، مجھے یقین ہے کہ میری جغرافیہ کی کتاب میں بھی اس کا ذکر ہے۔،،

،، ضرور ہوگا ،، اسٹینسلے نے کہا۔ یہ بہت اہم دریا ہے۔ اور اب جب تم اسے اپنی جغرافیہ کی کتاب میں دیکھو گے تو تمہیں احساس ہوگا کہ اس دریا

کا تم سے بھی بڑا گہرا تعلق ہے "

"ہاں، میں دیکھوں گا۔" لڑکے نے کہا۔ "مجھے پولستان کے متعلق اور کچھ بھی بتایئے۔"

"پولستان میں کوئی شکریہ ادا کرنا نہیں بھولتا۔ یہ دوسرا قانون ہے، جو کتابوں میں نہیں ہے۔ لیکن ہر شخص اس سے واقف ہے۔ پولستانی زبان میں شکریہ کو (اسپیسبو، کہتے ہیں۔ تمہاری عمر کتنی ہے، بیٹے؟"

"میں نو برس کا ہوں" لڑکے نے جواب دیا۔

"اچھا، اگر تم نو برس کی عمر میں پولستان میں ہوتے۔" استینسلے نے کہا "تو تم ہنسوں کے پیچھے بھاگتے، اور بڑے ہو کر تم مویشیوں کی یا بھیڑوں کی گلہ بانی کرتے، پولستان میں تمہاری عمر کے لڑکے یہی کام کرتے ہیں۔"

"مجھے بھی یہ کام کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہوتا" لڑکے نے کہا "میں جانوروں سے محبت کرتا ہوں۔"

استینسلے نے کہا۔ "اگر تم پولستان میں رہتے تو انہیں اور بھی زیادہ پسند کرتے۔ کیونکہ پولستان کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جانور بھی آپس میں اسی طرح بات چیت کر سکتے ہیں، جیسے آدمی کرتے ہیں۔ جب میں تمہاری طرح بچہ تھا تو میرے والدین نے مجھے بتایا تھا کہ جانور بھی آدمیوں کی طرح باتیں کرتے ہیں۔ خاص طور پر رات کے وقت۔ ایک گائے دوسری گائے سے کہے گی، کیا تمہارے مالک تم پر مہربان ہیں؟ کیا وہ اتنی نرمی سے تمہارا دودھ نکالتے ہیں۔ کہ اس سے تمہیں تکلیف نہ ہو؟ اور دوسری گائے اپنی سہیلی کو اپنے مالکوں کے متعلق، اور جس طرح وہ لوگ اس سے برتاؤ کرتے ہیں، اس کے بارے میں بتائے گی۔ اسی وجہ سے پولستان

میں جانوروں سے محبت کے ساتھ پیش آنے کا ایک قسم کا قانون موجود ہے۔ پولستان کے لوگ جانوروں کو مارنا پسند نہیں کرتے، یہاں تک کہ سانپوں یا مینڈکوں کو بھی نہیں۔ وہاں ایک کہاوت مشہور ہے۔ "کسی جانور کو مت مارو کہ یہ بھی ہمارے یسوع مسیح کی پرستش کرتے ہیں۔"

"میں نے کبھی پہلے یہ کہاوت نہیں سنی۔" لڑکے نے کہا۔ "مجھے یہ بات بہت پسند آئی۔ کیا آپ اور مسٹر ترنووسکی جب میری برابر تھے، تب پولستان میں ہی رہتے تھے۔؟"

"ہاں، ہم وہیں رہتے تھے،" اسٹیشلے نے جواب دیا۔ "جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا ہے، ہم بھی ہنسوں کے پیچھے پھرے ہیں۔ اور جب ہم کچھ اور بڑے ہوئے تو ہم نے مویشی اور بھیڑیں چرائی ہیں۔ لیکن ہم نے قریب قریب تمہاری جتنی عمر میں ہی امریکہ آنے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا تھا ہم سولہ برس کی عمر میں یہاں آ گئے تھے، لیکن اس سے برسوں پہلے ہم نے یہاں آنے کے خواب دیکھنے شروع کر دیے تھے۔"

"آپ یہاں آنے کے اتنے خواہش مند کیوں تھے؟" لڑکے نے پوچھا: "اگر پولستان اتنا اچھا ملک ہے، تو آپ اسے چھوڑنا کیوں چاہتے تھے۔"

اس کم سن لڑکے کے ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے، اسٹیشلے کچھ دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر اس نے دھیرے دھیرے اور احتیاط کے ساتھ کہنا شروع کیا"

"حقیقت یہ ہے کہ ہم پولستان چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بھی اپنا ملک چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ میں اب بھی وطن کی یاد

ہیں افسردہ ہو جاتا ہوں۔ وہاں کے گلاہ اراں کے لئے، جو پہلی ہی بارش کے بعد وہاں کے جنگلوں میں پیدا ہو جاتے تھے، فورگیٹ می نوٹ کے ان نیلے پھولوں کے لئے جو تمام چھوٹی چھوٹی ندیوں کے کنارے اگ آتے تھے لیکن امریکہ میں ہمیں وہ چیزیں میسر آ سکتی تھیں جو ہم وطن میں نہیں پا سکتے تھے۔ سستی زمین، روزگار، جس میں ہمیں اپنے وطن کی نسبت زیادہ آمدنی ہوتی ہے، اور مستقبل کی بے شمار امیدیں۔ میرا خیال ہے کہ زمین اور سرمائے سے زیادہ امیدیں قابل قدر ہوتی ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق! امید ہی وہ اصل شے تھی، جس نے ہمیں یہاں آنے کے لئے اکسایا۔ تم جانتے ہو بیٹا، امید کسے کہتے ہیں۔؟"

"ہاں"، لڑکے نے جواب دیا۔ "میں امید کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میں بھی دوسرے لڑکوں کی طرح بڑا ہوں گا، اور ان کی طرح بھورے رنگ کا تندرست آدمی بن جاؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ کسی دن میں بے تکان دوڑ سکوں گا۔ اور متلی کے بغیر بہت سارا کھانا کھا سکوں گا۔ اور ہانپے بغیر، بوسٹن تک سائیکل پہ جا سکوں گا۔ اور سب سے زیادہ مجھے یہ امید ہے کہ ایک دن میرے پاس وہ تمام کتابیں آ جائیں گی۔ جن کی مجھے خواہش ہے۔ سب کی سب میری الماری میں سجی ہوئی ہوں گی۔ اس الماری کو میں اپنی لائبریری کہا کروں گا۔ سب سے زیادہ مجھے اپنی لائبریری کی امید ہے۔"

"ہاں، یہ تو امیدوں کا ایک بہت اچھا سلسلہ ہے" اسٹینسلے نے اس کمسن بچے کے سفید پڑے ہوئے اور قبل از وقت معمر نظر آنے والے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک اس نے لڑکے کے شانوں پر اور اس کے

نازک نازک کمزور گھٹنوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔ یہ، تو امیدوں کا ایک نہایت اچھا سلسلہ ہے، لیکن اس سلسلے میں کوئی شبہ نہیں ہے، تمہاری یہ تمام امیدیں ضرور پوری ہوں گی۔ بہر حال، یہ امید ہی ہے، جو ہمیں مختلف قسم کی جستجو کے لئے، اور بلا تردد اس وقت تک محنت کرنے کی قوت عطا کرتی ہے، جب تک ہمیں کامیابی میسر نہ آجائے۔ مسٹر ترنووسکی نے اور میں نے یہاں آنے کے بعد ایسا ہی کیا تھا۔ ہم امید کرتے رہے، محنت کرتے رہے، اور روپیہ بچاتے رہے، یہاں تک کہ اب ہمارے پاس دو کھیت ہیں۔ جن کی قیمت ہم ادا کر چکے ہیں۔ اور وہ ہماری ملکیت ہیں۔،،

،، مجھے خوشی ہے۔،، لڑکے نے کہا،، مجھے واقعی خوشی ہے کہ امریکہ میں آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔،،

،، امریکہ امیدوں کی سرزمین ہے۔،، اسٹینسلے نے اس طرح کہا، جیسے وہ یہ بات لڑکے سے نہیں بلکہ خود اپنے آپ سے کہہ رہا ہو۔ جب میں برسوں پہلے یہاں آیا تھا۔ یہ چالیس برس سے بھی زیادہ عرصے قبل کی بات ہے، اس وقت جہاز میں مجھے ایک بوڑھا ربی ملا تھا۔ وہ مجھ سے یہی کہتا رہتا تھا کہ امریکہ امیدوں کا ملک ہے۔ اس معمر ربی نے مجھ سے بار بار یہی بات کہی تھی۔ جانتے ہو بیٹے، ربی کون ہوتا ہے؟،،

،، وہ ایک قسم کا یہودیوں کا پادری ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟،، لڑکے نے جواب دیا۔

،، ٹھیک ہے،، اسٹینسلے نے کہا۔ میرے خیال میں یہ ایک اچھی وضاحت ہے۔ ہاں، تو یہ بوڑھا ربی بھی برسوں پہلے پولستان سے یہاں آیا تھا۔

وہ کیراکو کا رہنے والا تھا، وہیں اس کی پیدائش ہوئی تھی اور وہ وہیں بڑا ہوا تھا۔ کیراکو، پولستان کا ایک بہت پرانا شہر ہے، اس میں صدیوں پرانی ایک عظیم یونیورسٹی ہے۔ پولستان کے لوگوں کو اس شہر پر بڑا ناز ہے۔ بعض اوقات وہ اسے "علم کا شہر" کے نام سے پکارتے ہیں" اور کبھی "شہر نور" کہتے ہیں"

"ان دونوں کے کیا ایک ہی معنی ہیں" لڑکے نے پوچھا: میرا مطلب ہے کہ کیا نور اور علم دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔"؟

"میں تو یہی سمجھتا ہوں۔" اسٹینسلے نے کہا۔ میں پڑھا لکھا تو نہیں ہوں لیکن عالموں کی انتہائی قدر کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ایسے آدمیوں نے ہر زمانے میں کتابیں تصنیف کی ہیں، تاکہ ہم اپنی تاریخ اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو نہ بھول جائیں۔ جیسا کہ تم نے کچھ دیر پہلے کہا تھا۔ اگر تمہارا ابھی کتابیں لکھنے کا ارادہ ہے تو تم بھی کسی دن عالم کہلاؤ گے۔"

"شاید!" لڑکے نے کہا۔ "بہر حال میری ماں بھی مجھے کالج میں پڑھانے کی خواہش مند ہے۔ کبھی کبھی وہ کہا کرتی ہے کہ میں تو صرف کتابیں پڑھنے اور کالج جانے کے لئے ہی پیدا ہوا ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے اسٹینسلے کی جانب دیکھا، اور اسٹینسلے اس کے غم کو سمجھ گیا۔ کیونکہ لڑکے کی آنکھوں میں پھر آنسو چھلک آئے تھے۔

"لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہاری ماں تمہاری روش سے مطمئن ہے۔" یہ کہتے ہوئے اسٹینسلے نے لڑکے کے گرد اپنی گرفت اور بھی مضبوط کر لی۔ "بچے جیسے بھی ہوں، ماں کی آنکھوں کا نور ہوتے ہیں۔ میں شرطیہ کہتا ہوں، تمہارے اس شوق کی وجہ سے تمہاری ماں تم پر ناز کرتی ہے۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو میں اپنے اندر کسی قسم کی تبدیلی کو پسند نہ کرتا۔ میں اسی

طرح کتابیں پڑھتا رہنا، اور ایک دن خود کتابیں لکھنے کے ارادے پر قائم رہنا۔ دوسرے لوگوں کے مطالعہ اور غور و فکر کے لئے کتابیں لکھنا بہت نیک کام ہے۔ تم بڑے ہو کر کس قسم کی کتابیں لکھنا چاہتے ہو؟"

"ابھی تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" لڑکے نے جواب دیا۔ "میں درختوں اور پھولوں کے متعلق لکھوں گا، اور ہو سکتا ہے کہ دریاؤں کے متعلق بھی لکھوں۔ میں دور دور کے ملکوں کی سیر کرنا، اور ان ملکوں کے، درختوں پھولوں اور دریاؤں کے متعلق کتابیں لکھنا پسند کروں گا۔ جب بھی میں اپنی جغرافیہ کی کتاب دیکھتا ہوں، مجھے آرزو ہوتی ہے کہ کاش میں بھی ان تمام ملکوں کی سیر کر سکوں۔ جرمنی، اٹلی، فرانس، انگلستان اور پولستان کی، جس کے متعلق آپ نے مجھے ابھی بتایا ہے کہ یہ کتنا اچھا ملک ہے۔"

"ہاں، میں بھی برابر آرزومند رہتا ہوں۔" اسٹینلے نے کہا۔ "آرزوئیں ہی آدمی کو استقلال عطا کرتی ہیں، اور اسے بہترین کوشش کے لئے اکساتی ہیں۔ آرزو کرنے پر کوئی پیسہ تو خرچ نہیں ہوتا، لیکن ان سے آدمی کے دل و دماغ کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو نا! میں نے زندگی میں بہت سی چیزوں کے لئے آرزو کی ہے، اور میں نے اسی طرح آرزومند رہنے کا عزم کر رکھا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے، مسٹر ترنو وسکی؟" لڑکے نے پوچھا۔

"جان بھی آرزومند رہنے والا آدمی ہے۔" اس سے پہلے کہ جان لڑکے کے سوال کو ٹال دیتا، اسٹینلے نے کہا: "یہ زیادہ باتیں نہیں کرتا ہے۔ تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا۔ یہ خاموش طبیعت آدمی ہے۔ لیکن اس کی بھی آرزوئیں ہیں، اور تمہاری اور میری طرح یہ بھی امیدوں سے بھر

پورا ہے۔"

"یہ تو بہت اچھا ہے" لڑکے نے کہا۔ "مجھے واقعی بڑی خوشی ہے کہ آپ جیسے دو شریف آدمیوں سے میری ملاقات ہوئی۔"

(۸)

یہ آخری بات تھی جو اس لڑکے نے کہی۔ کیونکہ اسی لمحے ٹرک کے اگلے پہیہ کا دایاں ٹائر پھٹ گیا۔ اس وقت جان، اسٹوربرج جانے والی مغربی سڑک پر ٹرک کو بڑی تیزی سے دوڑا رہا تھا۔ اس جگہ سڑک پر کوئی جنگلات نہیں تھا۔ نہ کوئی ایسی رکاوٹ تھی جو ان کے گرنے کی رفتار کو کم کرتی۔

جس وقت مقامی پولیس کے سپاہی وہاں پہنچے، تب تک جان، اسٹینیلا اور وہ کم سن لڑکا، تینوں دم توڑ چکے تھے۔ پولیس کے ایک افسر نے اندازہ لگایا کہ اسٹینیلا نے لڑکے کی جان بچانے کے لئے اسے ایک طرف کو پھینکنے کی کوشش کی تھی، لیکن کدوؤں کے بوجھ نے اپنا کام کیا۔ وہ ان کے نیچے بری طرح دب گیا۔ یہ پتہ لگانا مشکل تھا کہ کدوں کے نیچے دب جانے سے اس کا دم گھٹ گیا تھا۔ یا ان کے بوجھ کی وجہ سے اس کا دم نکل گیا۔ بہر حال یہ بات واضح تھی کہ اس میں اس بوجھ کو برداشت کرنے یا ٹرک الٹنے سے جو دھکا لگا، اسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی۔

ٹرک کی مشینری چورہ چورہ ہو گئی تھی، اور جان اور اسٹینیلا کا اس میں اس بری طرح دلیا بن گیا تھا کہ ان کی موت کے صحیح سبب کا پتہ لگانا بھی اتنا ہی دشوار تھا۔ جو بات عیاں تھی، وہ صرف یہی تھی کہ وہ تینوں مر چکے تھے۔

اسٹوربرج

استاشیہ کے خیال میں ہیلن کا ریمن اس کی بنسکی کی ماں سے ملنے کے لئے اسٹور برج جانا بالکل غیر ضروری تھا۔ اس نے کہا کہ یہ رحم دلی تو ہے، لیکن کم از کم خود اس کے نزدیک اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسے یہ بات خلاف معمول اور کسی قدر مہمل معلوم ہوئی۔ لیکن اب جبکہ سب کام ختم ہو چکے تھے۔ جان اور اسٹینسلا اپنے اختیار کئے ہوئے ملک میں دفن ہو چکے تھے، اور پولیس نے ہر قسم کے تلاش و تحقیق کے بعد پتہ لگا لیا تھا کہ وہ لڑکا کون تھا۔ اور کہاں رہتا تھا ہیلن نے سفر کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔

" آخر کس لئے جائیں؟" استاشیہ نے ہیلن سے پوچھا۔" وہ لڑکا تمہارا یا میرا کیا لگتا ہے۔؟ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ آخر وہ تھا کون، اور ہمارے مردوں نے اسے اپنے ساتھ کیوں بٹھایا۔ ہمیں کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا۔ تو پھر اس لڑکے اور اس کی ماں سے ہمیں کیا لینا۔؟"

" ہو سکتا ہے ان سے ہمارا کوئی تعلق نہ ہو۔" ہیلن نے کہا۔ لیکن میں وہاں جانا چاہتی ہوں، بس۔"

(۲)

اکتوبر کی ایک تابناک سہ پہر کو وہ اسٹور برج کے لئے روانہ ہو گئی، ابھی بوسٹن کے اس مہلک سفر کو ایک ہی ہفتہ گزرا تھا۔ آج کا دن بھی اسی روز کی طرح انتہائی آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا، حالانکہ اس پہلے دن کو ایک

ہفتے سے کچھ کم عرصہ بیت چکا تھا۔ ہیلن اس پرانی کار میں بیٹھی ہوئی تھی جسے دس برس تک خوب استعمال کیا جا چکا تھا۔ اس سال موسم خزاں میں اس نے اور اسٹینیلا نے اس کے بدلے نئے ماڈل کی کار خریدنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا اسٹور برج جانے والی انجان سڑکوں پر کار چلاتے ہوئے ہیلن نے سوچا کہ یہ کار میرے لئے ٹھیک ہے۔ اب مجھے نئی کار کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر مجھے اسی کار کو چلانا زیادہ پسند آتا ہے۔ اس پرانی گاڑی میں ہم اپنے اچھے دن گزار چکے ہیں۔

لیکن اس کی تبسکی کا پتہ پوچھنے کے لئے وہ ڈاک خانے یا جنرل اسٹور کی بجائے، نہ جانے کیوں گاؤں کی لائبریری میں پہونچ گئی۔ لیکن اس کا یہ انتخاب صحیح ثابت ہوا۔ وہاں کی لائبریرین ایک دبلی پتلی دراز قد خاتون تھیں، جو کم از کم اپنی شکل وصورت سے کتابوں کے سرور انگیز اور گوناگوں اثرات سے بیگانہ نظر آرہی تھیں۔ انہیں اس کم سن لڑکے کے متعلق سب کچھ معلوم تھا۔ اور اس کی باتیں کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہی تھیں۔

"وہ ہمیشہ مطالعہ میں مصروف رہتا تھا" انھوں نے ہیلن سے کہا: "کتابوں کے معاملے میں وہ بہت ہی اچھا بچہ تھا۔ وہ کبھی کتابوں سے اور مطالعے سے اکتایا ہوا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اپنے گھر کتاب لے جانے سے پہلے وہ گھنٹوں تک یہیں ٹھہرا رہتا تھا، اور کتابوں یا انسائیکلوپیڈیا کے اوراق الٹتا رہتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنے جغرافیہ کے نقشے نہ بھر سکا ہو، یا کاغذ پر الفاظ تحریر نہ کر پایا ہو۔ ایک بار اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بڑے ہو کر ہر طرح کی جگہوں کی سیر کا خواہش مند ہے۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے ہالینڈ میں گل لالہ کی کیاریوں کو دیکھنا چاہتا

ہے۔ اور یہ جاننا چاہتا ہے کہ ایلپس پہاڑ کیسا نظر آتا ہے۔ وہ مصر کے اہرام بھی دیکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ایک دن وہ اپنی آنکھوں سے اہرام مصر کو دیکھے گا۔ وہ تردرہ وادر بہت کمزور بچہ تھا۔ ایک بار میں نے اس سے پوچھا کہ اس نے پڑھنا کب سیکھا۔ لیکن وہ مجھے بتا نہیں سکا۔ اس نے کہا کہ اسے وہ زمانہ یاد نہیں جب اسے پڑھنا نہیں آتا تھا۔ وہ شرمیلا بھی تھا۔ اور با اخلاق بھی۔ اس حادثے میں اس کے مرنے کی خبر پر مجھے یقین نہیں آسکا تھا۔ تم اسے جانتی ہو نا، ؟،،

,, نہیں،، ہیلن نے کہا ,, میں اسے بالکل نہیں جانتی۔ میرا شوہر اس کے ساتھ تھا، وہ بھی اس حادثے میں مر گیا،،

,, اوہ۔ مجھے افسوس ہے۔،، لائبریرین نے پریشان سی ہو کر کہا: اس کا مکان اس سڑک کے بالکل سرے پر ہے۔ ندی کا پل پار کرتے ہی دائیں ہاتھ پر سفید رنگ کا چھوٹا سا مکان ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کی ماں گھر پر ہی ہو گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ آوارہ گھومتی رہتی ہے۔ لیکن وہ بہت اچھی عورت ہے، اور وہ اس بچے کی واقعی بہت قدر کرتی تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس لڑکے کے لئے اس کے ارادے بہت بلند تھے، وہ اسے پوری تعلیم دلانا اور کالج بھیجنا چاہتی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنی ماں کے لئے باعث فخر ثابت ہوتا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس قسم کے حادثات کیوں ہوتے ہیں۔ تمہارے خیال میں کیا یہ سمجھنا دشوار نہیں ہے کہ ایسے حادثات کیوں ہوتے ہیں۔؟،،

,, دشوار سے بھی زیادہ،، ہیلن نے کہا ,, یہ تو ناممکنات میں سے ہے،،

(۱۳)

ربن اس کی تبسکی کی ماں سے ملنے سے پہلے، ہیلن نے اس پر غور کرنا

شروع کر دیا تھا کہ وہ اسٹور برج کیوں آئی ہے۔ اس وقت برک شائر کی پہاڑیاں اکتوبر کی روشنی میں اپنے حیرت انگیز رنگوں کی وجہ سے جھل مل کر رہی تھیں۔ ان پہاڑیوں کے درمیان کی اشیا نے اس کی نظر میں اچانک ایک نئی حقیقت کا پیرہن پہن لیا تھا۔ گزشتہ ہفتے کے واقعات ملگجے رنگ کی دھند میں چھپے ہوئے تھے۔ لیکن اس وقت اچانک اس دھند سے باہر نکل آئے تھے۔ ان میں شدت اور المناکی تو تھی، لیکن یہ تھے حقیقی، اور واضح طور پر محسوس ہو رہے تھے۔

اسٹینسلا مر چکا تھا۔ اس میں تو اب کوئی شبہ باقی نہیں تھا۔ اب اسے نہ کبھی اس کے لئے ناشتہ لگانا تھا، نہ رات کو اس کے پاس سونا تھا۔ نہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اس کے ساتھ اپنے بنک بیلنس کا حساب لگانا تھا، نہ کبھی حساب کی رقموں کے کالم پر اس کی بڑبڑاہٹ کو سننا تھا۔ اب کبھی وہ اس خوشی کا منہ نہیں دیکھ سکتی تھی، جو اسٹینسلا کے لئے رات کے کھانے میں کوئی خلاف معمول چیز پکاتے ہوئے محسوس ہوتی تھی: نہ کبھی اس کیف کی لذت سے ہم کنار ہو سکتی تھی جو محض اس کی قربت کے احساس سے ہی حاصل ہو جاتی تھی۔

یہاں اس بے قاعدہ طور پر پھیلے ہوئے، دور نگے قصبے میں ایک عورت تھی، جو اپنے بیٹے سے محروم ہو گئی تھی۔ ایک کم سن لڑکے سے جو ابھی مشکل سے دس برس کا بھی نہیں تھا۔ ایسے معصوم لڑکوں کی موت پر کسی کو اتنی آسانی سے یقین نہیں آتا۔ ایسے بچے جو زندہ ہوں تو درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ڈاک کے ٹکٹ جمع کرتے ہیں یا ہر الم غلم چیز کو اپنی جیبوں میں بھر لیتے ہیں جو پائدانوں سے اپنے پیر پونچھنے

بھول جاتے ہیں۔ جو غلیل سے نشانے لگاتے ہیں۔ ہیلین کو علم تھا کہ وہ معصوم لڑکا اب کبھی ایسا کوئی کام نہیں کرے گا۔ آگاہی کا یہ زخم اپنی تمام تر کرب ناکی کے ساتھ ہیلین کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے آگاہی کے اس زخم کو اپنے ہوش گم کئے بغیر اور اسے غیر حقیقی سمجھے بغیر ہی سینے سے لگا لیا تھا۔

ریمن اس کی بتسکی کی ماں، ندی کے پل کے پاس اپنے سفید رنگ کے چھوٹے سے مکان میں موجود تھی۔ وہ ایک جوان عورت تھی، اور اس کی عمر تیس برس سے زیادہ نہیں تھی۔ دبلا پتلا جسم، لمبا قد، چوڑی چوڑی بادامی آنکھیں، اور گہرے رنگ کے رخسار۔ ہیلین نے سوچا کہ یہ عورت کتنی حسین نظر آتی ہے! اس کا گھر کتنا صاف ستھرا ہے! اس کا باورچی خانہ، میرے باورچی خانے سے کتنا صاف اور قرینے کا ہے!

اس عورت نے کہا کہ اسے ہیلین سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"یہ تمہارا کرم ہے کہ تم مجھ سے ملنے آئی ہو۔ حالانکہ تم میرے بیٹے سے واقف بھی نہیں ہو، اور پھر خود تمہارے شوہر کی بھی تو ملت ہوئی ہے۔"

"میرے خیال میں، میں اسی وجہ سے آئی ہوں۔" ہیلین نے کہا۔"

"میرا اندازہ ہے کہ میرے شوہر نے تمہارے بیٹے کو ضرور پسند کیا ہو گا۔ وہ تمہارے معصوم لڑکے کو تمہارے گھر لا رہا ہو گا۔ شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو گی، اور میرے شوہر نے سوچا ہو گا کہ اسے یہاں اپنے گھر، تمہارے پاس ہونا چاہیے۔

میرے شوہر کا نام اسٹینسلا تھا۔ وہ کم سن بچوں سے بے حد پیار کرتا تھا۔ اسے ہمیشہ اس کا ملال رہتا تھا کہ ہمارے یہاں کوئی لڑکا

نہیں ہوا۔ ہماری تین لڑکیاں ہیں۔ لیکن لڑکا ایک بھی نہیں ہے، ہاں بڑے عمدہ نواسے ضرور ہیں۔ ان میں سے تین تمہارے بیٹے کی عمر کے ہیں۔ کیا عمر تھی تمہارے بیٹے کی۔؟"

"نو سال" مسز اسکی تبسکی نے کہا۔ "صرف نو برس کا تھا۔ ابھی دو ہفتے پہلے ہی اس کی سالگرہ ہوئی تھی۔ میں نے اس کے لئے ایک پارٹی کا اہتمام کیا تھا، اور اس کے لئے ایک کیک بھی بنایا تھا۔ لیکن اسے پارٹیوں اور کیکوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ عجیب قسم کا لڑکا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ میں نے کبھی اسے پوری طرح نہیں سمجھا میرا مطلب ہے کہ میں نہیں سمجھ سکی کہ وہ کس قسم کا لڑکا تھا"

اس کے خاموش ہوتے ہی ہیلن نے سوجھ بوجھ کی اس کمی پر خود کو رنجیدہ محسوس کیا۔ اس نے سوچا کہ ناواقفیت کی یہ صورت، بذات خود ایک طرح کی موت ہے، اور جسمانی موت کی نسبت زیادہ ناقابل برداشت ہے۔" پھر مسز اسکی تبسکی نے کہا۔"

"مجھے امید ہے تمہاری بیٹیاں تم سے بہت محبت کرتی ہوں گی۔"

"وہ بڑی نیک ہیں۔" ہیلن نے کہا "وہ ہمیشہ مجھے بلانے اور اپنے یہاں رکھنے کے لئے میری منتیں کرتی رہتی ہیں۔ گزشتہ چند دنوں میں تو انھوں نے مجھے بے حد اصرار سے بلایا تھا۔ لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں خود اپنے پیروں پر کھڑی ہوں گی"

مسز اسکی تبسکی اتنی دیر تک خاموش رہی کہ ہیلن کو پریشانی اور الجھن ہونے لگی۔ اسے یاد نہیں آسکا کہ وہ کبھی پہلے اس سے زیادہ پریشان ہوئی تھی! وہ اپنے ژولیدہ ذہن میں کچھ تلاش

کرتی رہی۔ کوئی ایسی بات جو وہ کہہ سکے ۔ پھر اس طویل خاموشی کو اس کم سن لڑکے کی ماں نے ہی توڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے تعجب ہے کہ کوئی عورت اس طرح تنہا خود کفیل کس طرح ہو سکتی ہے؟"

"مجھے بھی پوری طرح معلوم نہیں ہے" ہیلن نے کہا۔

"میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ ہمیں کسی نہ کسی طرح اس کا انتظام کرنا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق اس کا جواب صرف محنت ہے خصوصًا ایسی صورت میں جب کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ دوسروں کو کام ہی پیارا ہوتا ہے۔ بہرحال میں اس سلسلے میں جد و جہد شروع کرنے والی ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ہماری طرح، بہت سے پولستانی اپنے کمروں کو صاف ستھرا رکھنا اور اپنے گھروں کو قرینے سے سجانا انتہائی ضروری سمجھتے ہیں۔ جیسے تمہارا گھر ہے نا، اسی طرح۔ چنانچہ میں ایسے لوگوں کے مکانوں کی صفائی کا کام شروع کرنے والی ہوں، جن کے پاس مکان تو ہیں، لیکن انھیں صاف ستھرا رکھنے کے لئے فرصت نہیں ہے۔ میرے خیال میں ایسے بے شمار لوگ ہیں، جنہیں کم از کم ہفتے میں ایک بار اپنے مکانوں کی مناسب اور خوش سلیقہ سے صفائی کے لئے عورتوں کی ضرورت ہے۔ میرا یہی کام کرنے کا ارادہ ہے۔ میں صفائی کا کام شروع کرنے والی ہوں۔ اس کام میں، میں خود کو بہترین کارندہ بنا سکتی ہوں۔ مجھے اندازہ ہے کہ بعض اوقات ہمارے ہاتھ ہمارے ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا بن جاتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ تم جانتی ہی ہو، ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا

ہی پڑتا ہے۔ آخر صرف اپنے غموں کو کلیجے سے لگا کر ہی تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔"

"میرا خیال ہے کہ میرا شوہر واپس آکر میرے ساتھ رہے گا" لڑکے کی ماں نے کہا۔ "ریمن کی موت کی خبر سن کر وہ واپس آیا تھا۔ اسے ریمن سے بہت پیار ہے۔ وہ اس سے اتنا پیار کرتا تھا کہ اس کے یہاں آنے پر مجھے محسوس ہوا کہ ہمارے تمام اختلافات ختم ہو گئے ہیں۔ اگر وہ دوبارہ میرے ساتھ رہنے کے لئے آیا تو مجھے اس کے لئے اور اس کی کتابوں کے لئے گھر میں بہترین انتظامات کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا ہوگا۔"

"کیا تمہارے بیٹے کو بھی اپنے باپ کی طرح کتابوں کا شوق تھا؟" ہیلن نے پوچھا۔ لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ یہ سوال تقریباً تکلیف دہ تھا۔ اس نے اچانک محسوس کیا کہ اسے یہ کہنے کی تاب نہیں ہے کہ لڑکے کے اٹھنے کے ساتھ ہی کتابوں کا عشق بھی موت کی نیند سو گیا تھا۔

"ہاں، اسے بھی کتابوں کا شوق تھا" ریمن کی ماں نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کتابوں کے لئے ہی پیدا ہوا ہو، جب تک اس کے ہاتھ میں کتاب نہ ہوتی، وہ خوش نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنی کتابوں کو اس طرح سہلاتا رہتا تھا، جیسے دوسرے لڑکے اپنے چہیتے کتوں کو سہلاتے ہیں۔ وہ کتابوں کے ہر ورق پہ ہاتھ پھیرتا، اور کتاب کے اوراق اس طرح الٹتا تھا، جیسے یہ اس کے لئے کوئی مقدس چیز ہوں۔ اور وہ ہمیشہ کتاب ہاتھ میں لئے لئے ہی سوتا تھا۔ جب کبھی میں بتی بجھانے یا اس پہ تو شک ڈھکنے

کے لئے اس کے کمرے جاتی، وہ کتاب ہاتھ میں لئے بیٹھا ہوا ملتا، یا پھر کتاب اس کے رخساروں سے چمٹی ہوئی ملتی - یہ میری حماقت تھی، لیکن میں اسے اس عالم میں دیکھ کر روہانسی ہو جاتی تھی۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ ان تمام کتابوں کے تمام لفظوں پر غور کرنے کے لئے ابھی اس کی عمر بہت کم تھی، اور وہ بہت کمزور بھی تھا -"

(۴)

"یوں سمجھو کہ اس معاملے میں وہ اپنے باپ پر تھا - مجھ پر بالکل نہیں تھا۔ میں لکھنا پڑھنا جانتی ہوں، لیکن زیادہ نہیں - مجھے کتابوں سے خوف آتا تھا۔ لیکن میں کتابوں کے متعلق اس سے مختلف رائے بھی بنا سکتی تھی۔ کیونکہ ہر وقت میرے ارد گرد کتابیں رہتی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ کتابیں کبھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونگی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب کتابوں کی کمی مجھے بری طرح کھٹکتی ہے کیا تمہارے شوہر کو بھی کتابوں کا شوق تھا - ؟"

"بہت زیادہ نہیں"، ہیلن نے کہا "وہ تو سیدھا سادھا کسان تھا۔ لیکن وہ کتابیں پڑھنے والوں کی بڑی عزت کرتا تھا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ ہمیں ان سب لوگوں کا احترام کرنا چاہیئے جو عالم ہیں، جو مطالعہ کرتے ہیں، اور جو پڑھاتے ہیں۔ ہم جیسے کچھ بیوقوف پڑھے لکھے لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کے تمام خلاف معمول طور طریقوں پر ہنستے ہیں۔ لیکن میرے شوہر نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اگر ہمارے نواسے اسکول کی بابت کبھی کوئی شکایت

کرتے تھے تو اسے بڑی الجھن ہوتی تھی۔ وہ ان سے کہا کرتا تھا، کہ وہ خود برسوں تک اسکول جانا چاہتا تھا شاید وہ ٹرک میں تمہارے بچے سے کتابوں کے متعلق گفتگو کرتا رہا ہو گا۔"

"بہت ممکن ہے۔" مسز اسکی نیسکی نے کہا۔ "میرا بیٹا ہمیشہ کتابوں کے متعلق باتیں کرتا رہتا تھا۔ وہ اپنی سائیکل پر بوسٹن کے لئے روانہ ہوا تھا، تاکہ وہ اپنے ماسٹر سے شرط جیت سکے۔ اور دو کتابیں اور خریدنے کے لئے اسے پانچ ڈالر مل جائیں۔ مجھے اس لمبے سفر کے لئے اسے اجازت نہیں دینی چاہیئے تھی۔ اتنے میلوں تک سائیکل کا پیڈل گھمانے کی اس میں طاقت نہیں تھی۔ اس کا باپ بھی یہی کہتا تھا۔ اس کے باپ کی رائے ہے کہ مجھے اسے نہیں جانے دینا چاہیئے تھا۔ بلکہ اسے سمجھا دینا چاہیئے تھا۔ میں بہت ہراساں ہوں۔ ڈیمن کا باپ اس کی موت کے لئے مجھے قصوروار ٹھہراتا ہے۔ ممکن ہے وہ ٹھیک کہتا ہو، اور ہو سکتا ہے کہ میں ہی اس کی ذمہ دار ہوں۔"

پھر خالی ہچکیاں لیتے لیتے اچانک اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آیا۔ ہیلن کے منہ سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا۔ اس نے چاہا کہ وہ اپنے بازو مسز اسکی نیسکی کے گرد حمائل کر دے۔ اس کی پیٹھ تھپتھپائے اور کہے "نہیں، نہیں۔ مت رو۔" بالکل اسی طرح جیسے کچھ

دن پہلے اس کے دل میں اینا واسکی ونز کے لئے ایسی ہی خواہش بیدار ہوئی تھی۔ وہ واسکی ونز، جس کی پریشانیاں اب اسے بالکل ہیچ معلوم ہو رہی تھیں۔

مسز واسکی بتسکی نے خود کو جلد ہی سنبھال لیا۔

"تم کتنی مہربان اور کتنی رحم دل ہو"! اس نے ہیلین سے کہا۔ "ارے ہاں ان کا کیا نام ہے ترنو وسکی۔ ان کی بیوی کا کیا حال ہے؟ ان کا کیا پروگرام ہے۔؟

"وہ اپنے بیٹے کے یہاں رہنے جا رہی ہے"، ہیلن نے کہا۔ "اس کے خیال میں میرا خود مختار بننا اور لوگوں کا کام کرنے کے لئے جانا محض حماقت ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اگر اولاد ماں باپ کے کام نہ آئے تو اس کا فائدہ ہی کیا ہے؟ لیکن میں جانتی ہوں، دو نسلوں کے درمیان پوری طرح مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ میں چاہتی ہوں کہ میری لڑکیاں میرے بغیر ہی اپنے گھر خوش رہیں یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں میرے خیالات سے اتفاق نہ ہو۔" پھر اس نے موضوع بدلنے اور زیادہ اطمینان بخش موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے مسز اسکی بتسکی سے اس کے متعلق سوال کیا۔

"تو کیا تم بھی پولستان میں ہی پیدا ہوئی تھیں۔؟"

"نہیں۔"، مسز اسکی تبسکی نے کہا: میری وہاں کی پیدائش نہیں ہے۔ لیکن میرے والدین وہیں پیدا ہوئے تھے۔ میرے والد کیراکو کے پاس پیدا ہوئے تھے، اور میری ماں وارسا کے پاس۔ زیوسکی تھا اس جگہ کا نام۔ اور یہی میرا نام بھی تھا۔ میرے باپ اور میری

ماں، یہاں آتے ہوئے جہاز میں ایک دوسرے سے ملے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ایک نئے ملک کا خوف ان دونوں کے ملاپ کا باعث بنا ہوگا۔ غالباً تمہارا بھی یہی خیال ہوگا۔ بہر حال نیویارک پہنچ کر انھوں نے شادی کر لی۔ پھر وہ یہاں میساچوسٹس میں آگئے، اور اسی طرح محنت و مشقت شروع کر دی جیسے اس وقت پولستانی کرتے تھے۔ میرے باپ نے تمباکو کے کھیت پہ اجرت پر کام کیا، اور میری ماں دن کے وقت ضرورت مند امریکی گھرانوں میں کام کرتی رہی۔ ان دونوں نے خوب محنت کی۔ رات کے وقت میں اپنی ماں کو اس قدر تھکا ہوا پاتی تھی کہ اسے باپ کا کھانا اتارنے میں بھی بڑی دشواری ہوتی تھی۔ لیکن اس نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ وہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ جن سے ہم محبت کرتے ہیں۔ ان کے لیے محنت کرنے میں بڑا لطف آتا ہے۔

" میں نے خود کو کبھی کسی بھی اعتبار سے پولستانی نہیں سمجھا۔ لیکن میرے والدین خود کو پولستانی ہی سمجھتے تھے۔ وہ پولستان کو ہمیشہ، اپنا پرانا ملک، کہہ کر پکارتے تھے، اور اس کی یاد کسی خوشگوار سپنے کی طرح ہمیشہ ان کے ذہن میں محفوظ رہتی تھی۔ میں تو کھول گی کہ وہاں انہیں خاصی عیاریوں سے سابقہ پڑا ہوگا۔ لیکن پھر بھی وہ اسے اپنا محبوب وطن سمجھتے تھے۔ میں دیکھا کرتی تھی کہ صرف اپنا پرانا وطن، کہتے ہی ماں کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ اب تو میرے ماں باپ، دونوں مر چکے ہیں، اور تمہاری طرح میں بھی بالکل تنہا ہوں۔"

" میں بھی پولستان میں ہی پیدا ہوئی تھی" ہیلین نے کہا۔"

"والرسا کے قریب ایک گاؤں میں۔"

"ہاں، میں سمجھتی ہوں۔" مسز اسکی بنسکی نے کہا۔

"کیا تمہیں وہاں کی بہت یاد آتی ہے؟ تمہاری عمر کچھ زیادہ تو نہیں ہے۔ تم جوانی میں یہاں آئی ہوگی۔"

"ہاں، جب میں جوان تھی۔ ہیلن نے کہا۔" جب میں یہاں آئی، اس وقت میں سترہ سال کے لگ بھگ تھی۔ مجھے وطن کی بہت زیادہ یاد نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ البتہ میرے شوہر کو اپنے وطن کی بہت سی باتیں یاد تھیں۔ وہ ہمیشہ کہتا رہتا تھا کہ ہمیں اپنے باغیچے میں فورگیٹ می نوٹ کے نیلے پھول لگانے چاہئیں۔ ان پھولوں کو دیکھ کر وہ تصور کر سکتا تھا کہ پولستان میں یہ کیسے لگتے تھے۔ مجھے وہ پھول یاد نہیں آتے، لیکن اسے یاد آتے تھے۔ وہ یہاں پہلی بارش کے بعد پیدا ہو جانے والے کلاہ باراں کے لئے بھی ترستا تھا۔ جب وہ کم عمر تھا، تب وطن میں کلاہ باراں چننے جایا کرتا تھا۔

"مجھے یہ بات ضرور یاد ہے کہ جس گاؤں میں میں پیدا ہوئی تھی وہاں کے لوگ ایک دوسرے سے کس قدر محبت کرتے تھے۔ جب کسی پر کوئی مصیبت آجاتی، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ لوگ اس کی مدد ضرور کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے، ایک دفعہ بیماری سے یا کسی اور وجہ سے ایک کسان کی کچھ بھیڑیں مر گئی تھیں، اور پادری نے اس کے لئے اور بھیڑیں خریدنے کے لئے پیسے جمع کرنے کی خاطر گاؤں بھر کا چکر لگایا تھا۔ چنانچہ ہر شخص نے پادری کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا۔ اس سے کوئی گریز کر ہی نہیں سکتا تھا۔ خواہ اس تعاون سے کسی کو خود پریشانی

کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ مجھے یاد ہے، پادری کے چونے میں کیسی جیب لگی ہوئی تھی، وہ کس طرح سکّوں کو بجاتا جاتا تھا، اور یہ کہتا جاتا تھا، "جانتے ہو! تم یہ رقم پیٹر دالنسکی کو نہیں، خدا کو دے رہے ہو، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔"

"کبھی کبھی مجھے خدا کی ذات پر تعجب ہوتا ہے۔" مسز اسکی تنبسکی نے کہا۔ اس کی آواز بھرا رہی تھی "اس کے سب کام نرالے ہیں۔ ممکن ہے اسے تمہارے شوہر کی ضرورت ہو، لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ ڈیمین جیسے ناتواں بچے سے اسے کیا کام لینا تھا۔ کیا تم بتا سکتی ہو۔؟"

"میرے خیال میں ہم خدا کی مرضی اور اس کے طور طریقوں کو نہیں سمجھ سکتے" ہیلن نے کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے کہ ڈیمن اب ناتواں بچہ نہیں ہوگا۔ اب وہ تندرست ہوگا، اور جنت میں آرام کر رہا ہوگا"

"اس کا باپ بھی یہی کہتا تھا۔" مسز اسکی تنبسکی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اسی بات سے میں نے اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب اس نے ڈیمن کے متعلق یہ بات کہی تو مجھے گمان سا ہوا۔ بلکہ میں نے محسوس کیا کہ میں اپنے شوہر سے اسی طرح محبت کر سکتی ہوں، جیسے کبھی برسوں پہلے کرتی تھی۔"

اس نے اچانک اپنے ہاتھ ہیلن کے ہاتھوں پر رکھ دئے۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ جب تک اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ ختم نہ ہوئی، وہ انہیں اپنے ہاتھوں میں بھینچے رہی۔ اس کے ہاتھ پرسکون ہوگئے، اور باورچی خانے کی آتش دان پر رکھے ہوئے گھنٹے میں سے تین بار ٹن ٹن کی گرجدار آواز بلند ہوئی۔ پھر مسز اسکی تنبسکی

نے دوبارہ بولنا شروع کر دیا۔ اس کے الفاظ گھنٹے کی آواز کی طرح واضح تھے۔

"تم مجھے نہیں جانتیں۔" اس نے کہا۔ لیکن میں تمہیں اپنے متعلق کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ مجھے اچھی عورت نہیں سمجھا جاتا۔ اس قصبے کا کوئی آدمی بھی میری عزت نہیں کرتا۔ لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ حقیقت میں میں کوئی بری عورت نہیں ہوں۔ ممکن ہے میں بہت زیادہ آوارہ گھومتی ہوں، لیکن صرف اس لئے کہ تنہائی سے میرا جی اکتا جاتا ہے، اور مجھے کسی کی رفاقت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے کبھی بے وفائی نہیں کی، لیکن بہت سے لوگ ایسا سمجھتے ہیں۔ تم نے محض مجھ سے ملاقات کے لئے یہاں آنے کی زحمت اٹھائی ہے۔ لہذا میں تمہیں یقین دلانا چاہتی ہوں کہ مجھ میں کوئی برائی نہیں ہے۔ میں نے کبھی یہ دعوا نہیں کیا کہ میں رمین جیسے بیٹے کی مستحق تھی۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہی ہوں۔ لیکن میں کوئی بری عورت نہیں ہوں۔ میں ایک معمولی اور بیوقوف سی عورت ہوں۔ مجھے آوارہ گھومنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ تم یقیناً مجھ سے زیادہ بہتر عورت ہو، پھر بھی تم میرے متعلق اندازہ لگا سکتی ہو۔ بری تو ہم دونوں نہیں ہیں، البتہ میں تمہاری طرح ایک اچھی عورت نہیں ہوں۔"

"مجھ میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔" ہیلن نے کہا۔ "میں کبھی بہت زیادہ خوبیوں کی مالک نہیں رہی۔ میرا شوہر کہا کرتا تھا کہ بہت زیادہ خوبیاں رکھنے والوں کے ساتھ اسے کبھی اپنائیت

محسوس نہیں ہوتی۔ ہمیں بہت زیادہ خوبیوں کا مالک نہیں ہونا چاہیئے، ہیلن۔" وہ کہا کرتا تھا۔ "ہمیں صرف بااخلاق اور رحم دل ہونا چاہیئے ایسی صورت میں خدا بھی ہم سے کچھ خدمت لے سکتا ہے،" اور وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ "مجھے یقین ہے، خدا ان لوگوں سے کوئی کام نہیں لے سکتا جو اس کی طرح بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ جب وہ یہ باتیں کہتا تھا، تو مجھے اس پر بہت پیار آتا تھا۔

"میری خواہش تھی، اسی لئے میں تم سے ملنے چلی آئی۔ اور اس لئے بھی کہ میری رائے میں تمہارا غم، میرے غم سے زیادہ بڑا ہے میرا شوہر تو زندگی کی عام روش کے مطابق ایک طویل زندگی بسر کر چکا تھا۔ وہ مطمئن تھا۔ زندگی کا پورا پورا لطف اٹھا چکا تھا۔ لیکن تمہارے معصوم بچے نے تو ابھی زندگی کا آغاز بھی نہیں کیا تھا۔ مجھے اس کا انتہائی صدمہ پہنچا، اور میں نے سوچا کہ مجھے تم سے ملنے ضرور جانا چاہیئے، اور اپنے رنج و غم کا تم سے اظہار کرنا چاہیئے۔ مجھے تمہارے بچے کی موت کا انتہائی دکھ ہے۔"

مسز اسکی تبسکی ہیلن کے مقابل کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چولھے کے پاس چلی گئی، اور ایک کڑاھی کو آگ پر سے اتار کر الگ رکھ دیا۔

"یہ تمہاری عنایت ہے کہ تم یہاں تک آئیں۔"، اس نے ہیلن سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں وہ باتیں اچھی طرح معلوم ہیں، جن پر لوگوں کو عمل کرنا چاہیئے۔ تمہاری رائے میں اگر میں

ایک بار پھر اپنا گھر بسانے کی کوشش کروں تو کیا اپنے شوہر کے ساتھ خوش رہ سکوں گی؟ اس کی بھی خواہش ہے۔ جب وہ کچھ دن پہلے یہاں آیا تھا، تب اس نے اس کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اب میں پہلے کی طرح اپنی زندگی تباہ کرنا پسند نہیں کروں گی۔ شاید تم مجھے بہتر مشورہ دے سکتی ہو۔"

"یہ تو کوئی کسی کے لئے نہیں بتا سکتا کہ اس کے لئے کیا بہتر ہے" ہیلن نے کہا "میرے خیال میں ہر شخص کبھی نہ کبھی غلطی تو ضرور کرتا ہے۔ تمہارے لفظوں میں اسے تباہی بھی کہہ سکتے ہیں۔ میں جانتی ہوں، میں نے بھی بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ لیکن میں اپنے شوہر کے ساتھ بہت خوش تھی۔ اس وقت بھی مجھے ایسا لگ رہا ہے، جیسے میں اپنی تمام خامیوں اور حماقت آمیز غلطیوں سے ہمیشہ سے واقف تھی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے۔ پھر بھی اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو دوبارہ اپنا گھر بسانے کی کوشش ضرور کرتی غلطی اور تباہی کے تمام امکانات کے باوجود بھی کوشش کرتی۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ اگر مجھے موقع ملتا تو ضرور دوبارہ کوشش کرتی۔"

"میرا خیال ہے، میں بھی کوشش کروں گی" مسز اسکی نتسکی نے کہا "میں اپنے شوہر کو خط لکھوں گی، اور اسے بتاؤں گی کہ میں دوبارہ اس کے ساتھ رہنے کے لئے تیار ہوں"

"خط لکھنے کے بعد میرے ساتھ میرے گھر کیوں نہ چلی چلو۔؟" ہیلن نے کہا "کچھ عرصہ میرے ساتھ رہو۔ جب تک میں دوسرے

لوگوں کے یہاں صفائی کا کام شروع نہیں کرتی، اس وقت تک تم میرے یہاں رہنا۔ تمہارا شوہر تمہیں لینے کے لئے میرے یہاں کبھی تو آ سکتا ہے۔ پھر وہ تمہیں یہاں لے آئے گا۔"

"تم دل سے کہہ رہی ہو؟ لڑکے کی ماں نے کہا۔" اگر تم اوپری دل سے کہہ رہی ہو، تو برائے کرم ایسا نہ کہو۔ کیونکہ میں تمہارے ساتھ چلنا ضرور پسند کروں گی۔"

"ہاں میں دل سے کہہ رہی ہوں۔ تم اپنے کپڑے لتے ابھی اسی وقت باندھ لو۔" ہیلن نے کہا۔" میں اتنی دیر باہر دھوپ میں تمہارا انتظار کرتی ہوں، تب تک تم خط لکھ لو، اور ہنسی خوشی تیار ہو جاؤ۔ مجھے تمہارے چلنے کا اتنا یقین تھا کہ میں اسٹور برج کے لئے روانہ ہونے سے پہلے تمہارے لئے بستر لگا آئی تھی۔ میں نے اس بستر پر اپنے یہاں کی بہترین چادریں بچھائی ہیں۔ وہاں تمہیں ایک نہایت عمدہ بستر اپنا منتظر ملے گا۔"

پھر وہ باہر اجالے میں آنے کے لئے دروازے کی جانب چل پڑی۔ دروازے پہونچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رک گئی، اور اس نے کہا۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ ہم جیسے لوگ جو اپنی بالکل نئی زندگی شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ معمولی سی تدبیر سے اپنی مراد پا سکتے ہیں۔ اور اگر وہ کسی طرح ایک ساتھ مل کر تدبیر کر سکیں تو پھر مکمل طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

(۵)

ہیلن اور اس کم سن بچے کی ماں، دونوں اسٹور برج سے کنیکٹی کٹ کی وادی اور تمباکو کے کٹے ہوئے وسیع و عریض کھیتوں کی جانب روانہ ہوگئیں۔ یہ اکتوبر کی سہ پہر تھی، اور اس کی تاب ناکی سے زمین بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔ ہیلن نے بھی اپنے اندر ایک عجیب سی تابندگی محسوس کی۔ اس نے سوچا کہ اس تابندگی کو مسرت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اب تو حقیقی معنوں میں، میں کبھی مسرت کا منہ نہ دیکھ سکوں گی۔ بہر حال اسے رنج و الم کا نقدان کہا جا سکتا ہے۔"

اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ ایک بار کسی پرانے زمانے کے فلسفی نے انہی الفاظ میں مسرت کی تعریف کی تھی۔"